ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

34

www.tanzeem.org

6تا12ذوالقعدہ1435ھ/2تا8ستمبر2014ء

جاہلی معاشرہ بھیس بدلتا رہتا ہے!

اسلامی معاشرہ وہ نہیں ہے جو''مسلمان'' نام کے انسانوں پر مشتمل ہو، مگر اسلامی شریعت کو وہاں کوئی قانونی پوزیشن حاصل نہ ہو۔ ایسے معاشرے میں اگر نماز، روزے اور حج کا اہتمام بھی موجود ہو، تو بھی وہ اسلامی معاشرہ نہیں ہوگا، بلکہ وہ ایک ایسا معاشرہ ہے جو خدا اور رسول ﷺ کے احکام اور فیصلوں سے آزاد ہو کر اپنے مطالبۂ نفس کے تحت اسلام کا ایک جدید ایڈیشن تیار کر لیتا ہے، اور اُسے، بر سبیل مثال ''ترقی پسند اسلام'' کے نام سے موسوم کرتا ہے!

جاہلی معاشرہ مختلف بھیس بدلتا رہتا ہے، جو تمام کے تمام جاہلیت ہی سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ کبھی وہ ایک ایسے اجتماع کا لبادہ اوڑھ لیتا ہے، جس میں اللہ کے وجود کا سرے سے انکار کیا جاتا ہے اور انسانی تاریخ کی مادی اور جدلی تعبیر Dialectal Interpretation کی جاتی ہے اور ''سائنٹفک سوشلزم'' کو نظامِ زندگی کی حیثیت سے عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ کبھی وہ ایک ایسی جمعیت کے رنگ میں نمودار ہوتا ہے جو خدا کے وجود کی تو منکر نہیں ہوتی، لیکن اُس کی فرماں روائی اور اقتدار کو صرف آسمانوں تک محدود رکھتی ہے۔ رہی زمین کی فرماں روائی تو اس سے خدا کو بے دخل رکھتی ہے۔ نہ خدا کی شریعت کو نظامِ زندگی میں نافذ کرتی ہے، اور نہ خدا کی تجویز کردہ اقدارِ حیات کو جنہیں خدا نے انسانی زندگی کے لئے ابدی اور غیر متغیر اقدار ٹھیرایا ہے، فرماں روائی کا منصب دیتی ہے۔ وہ لوگوں کو یہ تو اجازت دیتی ہے کہ وہ مسجدوں، کلیساؤں اور عبادت گاہوں کی چار دیواری کے اندر خدا کی پوجا پاٹ کر لیں، لیکن یہ گوارا نہیں کرتی کہ لوگ زندگی کے دوسرے پہلوؤں کے اندر بھی شریعت الٰہی کو حاکم بنائیں۔ اس لحاظ سے وہ جمعیت تختہ زمین پر خدا کی الوہیت کی باغی ہوتی ہے کیونکہ وہ اُسے عملی زندگی میں معطل کر کے رکھ دیتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا صریح فرمان ہے: وَهُوَ الَّذِىْ فِى السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِى الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۔ (وہی خدا ہے جو آسمان میں بھی الٰہ ہے اور زمین میں بھی) اس طرزِ عمل کی وجہ سے یہ معاشرہ اللہ کے اس پاکیزہ نظام کی تعریف میں نہیں آتا جسے اللہ تعالیٰ نے آیت ذیل میں ''دین قیم'' سے تعبیر فرمایا ہے۔ ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾(یوسف: 40) حکم صرف اللہ کا ہے۔ اُس کا فرمان ہے کہ اُس کے سوا کسی کی بندگی نہ کی جائے۔ یہی دین قیم (ٹھیٹھ سیدھا طریق زندگی) ہے۔

معالم فی الطریق

سید قطبؒ

اس شمارے میں

اداریہ

سورۃ الجمعہ اور نظام جمعہ

کیا یہ غور طلب نہیں؟

جمہوری نظام کا نظام عدل

بوسیدہ ملبوس اتارنے کے دن

کیا ہم حقیقی طور پر آزاد ہو چکے ہیں؟

ایک پاکستانی ہواباز کا خواب

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

قرآن ''الذکر'' ہے!

[illegible] بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ آیات 41 تا 44

وَالَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّہُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً ؕ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ اَکۡبَرُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾ الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۴۲﴾ وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۳﴾ بِالۡبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۴۴﴾

آیت ۴۱ ﴿وَالَّذِیۡنَ ہَاجَرُوۡا فِی اللّٰہِ مِنۡۢ بَعۡدِ مَا ظُلِمُوۡا لَنُبَوِّئَنَّہُمۡ فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً ؕ﴾ ''اور جن لوگوں نے اللہ کے لیے ہجرت کی' اس کے بعد کہ اُن پر ظلم کیا گیا' ہم انہیں دُنیا میں بھی ضرور اچھی جگہ دیں گے۔''

﴿وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَۃِ اَکۡبَرُ ۘ لَوۡ کَانُوۡا یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۱﴾﴾ ''اور (اُن کے لیے) آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے۔ کاش کہ اُن کو معلوم ہوتا۔''

آیت ۴۲ ﴿الَّذِیۡنَ صَبَرُوۡا وَعَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ﴿۴۲﴾﴾ ''یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر توکل کرنے والے ہیں۔''

آیت ۴۳ ﴿وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوۡحِیۡۤ اِلَیۡہِمۡ﴾ ''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا آپ سے پہلے مگر مردوں ہی کو (رسول بنا کر) جن کی طرف ہم وحی کیا کرتے تھے''

یعنی آپ ﷺ پہلے نبی یا رسول نہیں ہیں بلکہ آپ ﷺ سے پہلے ہم بہت سے رسول بھیج چکے ہیں۔ وہ سب کے سب آدمی ہی تھے اور ان کی طرف ہم اسی طرح وحی بھیجتے تھے جس طرح آج آپؐ کی طرف وحی آتی ہے۔

﴿فَسۡـَٔلُوۡۤا اَہۡلَ الذِّکۡرِ اِنۡ کُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۳﴾﴾ ''تو تم لوگ اہل ذکر سے پوچھ لو' اگر تم خود نہیں جانتے ہو۔''

یعنی اے اہل مکہ! اگر تم لوگوں کو اس بارے میں کچھ شک ہے تو تمہارے پڑوس مدینہ میں وہ لوگ آباد ہیں جو سلسلۂ وحی و رسالت سے خوب واقف ہیں' اُن سے پوچھ لو کہ اب تک جو انبیاء و رسل علیہم السلام اس دنیا میں آئے ہیں وہ سب کے سب انسان تھے یا فرشتے؟

آیت ۴۴ ﴿بِالۡبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ؕ﴾ ''(ہم نے انہیں بھیجا) کھلی نشانیوں اور کتابوں کے ساتھ۔''

﴿وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَیۡکَ الذِّکۡرَ لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیۡہِمۡ وَلَعَلَّہُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۴۴﴾﴾ ''اور ہم نے نازل کیا آپؐ کی طرف الذکر' تاکہ آپؐ واضح کر دیں لوگوں کے لیے جو کچھ نازل کیا گیا ہے اُن کی جانب اور تاکہ وہ غور و فکر کریں۔''

یہاں قرآن کے لیے پھر لفظ ''الذکر'' استعمال ہوا ہے' یعنی یہ قرآن ایک طرح کی یاددہانی ہے۔ یہ آیت منکرین سنت و حدیث کے خلاف ایک واضح دلیل فراہم کرتی ہے۔ اس کی رُو سے قرآن کی ''تبیین'' رسولؐ کا فرضِ منصبی ہے۔ قرآن کے اَسرار و رموز کو سمجھانا' اس میں اگر کوئی نکتہ مجمل ہے تو اس کی تفصیل بیان کرنا' اگر کوئی حکم مبہم ہے تو اس کی وضاحت کرنا رسول اللہ ﷺ کا فرضِ منصبی تھا۔ یہ فرض اس آیت کی رو سے خود اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تفویض کیا ہے' مگر منکرین سنت آج آپ ﷺ کو یہ حق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کی رائے کے مطابق یہ اللہ کی کتاب ہے جو اللہ کے رسولؐ نے ہم تک پہنچا دی ہے' اب ہم خود اس کو پڑھیں گے' خود سمجھیں گے اور خود ہی عمل کی جہتیں متعین کریں گے۔ حضور ﷺ کے سمجھانے کی اگر کچھ ضرورت تھی بھی تو وہ اپنے زمانے کی حد تک تھی۔ فیا للعجب!

فرمان نبویؐ

دین سے زور آزمائی کا انجام

عَنۡ اَبِیۡ ہُرَیۡرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ: ((**اِنَّ الدِّیۡنَ یُسۡرٌ وَلَنۡ یُّشَادَّ الدِّیۡنَ اَحَدٌ اِلَّا غَلَبَہٗ فَسَدِّدُوۡا وَقَارِبُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا وَاسۡتَعِیۡنُوۡا بِالۡغَدۡوَۃِ وَالرَّوۡحَۃِ وَشَیۡءٍ مِّنَ الدُّلۡجَۃِ**))

(رواہ البخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''دین آسان ہے' دین سے جس نے زور آزمائی کی تو دین نے اسے ہرا دیا (وہ شخص سرکشی کے باعث خائب و خاسر ہوا)۔ پس تم راہِ راست پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو' خوشخبری لو اور صبح و شام نیز رات کے آخری حصہ میں بندگی رب تعالیٰ سے اس کا قرب تلاش کرو۔''

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

6 تا 12 ذوالقعدہ 1435ھ — جلد 23
2 تا 8 ستمبر 2014ء — شمارہ 34

مدیر مسئول / حافظ عاکف سعید
مدیر / ایوب بیگ مرزا
نائب مدیر / محبوب الحق عاجز

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36366638-36316638 فیکس: 36313131
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا---------------------(2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکومت فوج تعلقات میں بگاڑ کیوں؟

1999ء میں پرویز مشرف نے جب نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹا تو ملک میں کسی قسم کی کوئی عوامی تحریک برپا نہیں تھی۔ عوام اگرچہ بعض وعدوں کے پورا نہ ہونے پر نواز حکومت سے ناخوش تھے لیکن بڑی سطح پر عوام میں کوئی بے چینی یا اضطراب نہ تھا۔ پاکستان پیپلز پارٹی اگرچہ اپوزیشن میں تھی، لیکن نواز حکومت کے خلاف کوئی بڑا مسئلہ کھڑا کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی۔ گویا فوجی مداخلت کا کوئی جواز نہ تھا۔ نواز شریف کو اپنے آرمی چیف کی نیت پر شبہ ہوا اور انہوں نے پرویز مشرف کا جہاز جو سری لنکا سے آ رہا تھا، کا رخ بدلنے کا حکم دیا۔ ہماری رائے میں اگرچہ ملک کے فوجی سربراہ کے طیارے کا رخ بدلنا ایک نامناسب بلکہ احمقانہ فیصلہ تھا، لیکن اس پر فوج کا قوت استعمال کر کے حکومت کا تختہ الٹ دینا انتہائی غلط اقدام تھا۔ بعد ازاں فوجی ڈکٹیٹر نے سابق وزیر اعظم سے توہین آمیز سلوک کیا، جس میں ہوائی سفر کے دوران ہتھکڑی لگا کر سیٹ سے باندھنا یا ان کے پاکستان آنے پر انہیں زبردستی ملک بدر کر دینا یقیناً گھٹیا اور قابل مذمت اقدام تھے۔

اس صورت حال نے میاں نواز شریف کے ذہن پر فوج کے حوالے سے انتہائی منفی اثرات مرتب کیے۔ ان ہی اثرات کے تحت انہوں نے اپنی بدترین سیاسی دشمن پاکستان پیپلز پارٹی کی چیئر پرسن بے نظیر بھٹو سے صرف رابطہ ہی نہیں کیا بلکہ اپنے سابقہ رویہ پر معذرت کا اظہار کرتے ہوئے ان سے اچھے تعلقات استوار کیے اور لندن میں "میثاق جمہوریت" پر دستخط بھی کیے جس میں دو باتوں پر خاص طور پر زور دیا گیا کہ وہ سیاسی امور کے حوالہ سے کبھی فوج سے رجوع نہیں کریں گے اور نہ اس سے کسی قسم کی مدد ہی مانگیں گے۔ ایم کیو ایم کو بھی مذمت کا نشانہ بنایا گیا کہ اس کو کبھی سیاسی رفیق نہیں بنایا جائے گا۔ لیکن بے نظیر کو موقع ملا تو انہوں نے پرویز مشرف سے این آر او کیا اور نواز شریف منہ دیکھتے رہ گئے۔ لیکن بے نظیر سے تعلقات بنانے کے حوالے سے وہ مایوس نہ ہوئے اور دونوں جماعتوں کے درمیان ایک غیر تحریری معاہدہ ہو گیا کہ وہ ایک دوسرے کی حکومت کے دوران فرینڈلی اپوزیشن کا رول ادا کریں گے۔ اس معاہدہ پر دونوں جماعتوں نے اب تک عمل کیا ہے۔ یہاں اس بات کا ذکر ضروری ہے کہ 1993ء میں جب نواز شریف پہلی مرتبہ وزیر اعظم بنے تھے اور ان کا اپنے محسن صدر غلام اسحاق خان سے جھگڑا ہو گیا تو یہ جھگڑا اتنی شدت اختیار کر گیا کہ آرمی چیف وحید کاکڑ کو مداخلت کرنا پڑی اور انہوں نے فیصلہ کیا کہ صدر اور وزیر اعظم دونوں ہی اپنے عہدوں سے فارغ ہو جائیں۔ 2008ء کے انتخابات کے نتیجہ میں پاکستان پیپلز پارٹی اقتدار میں آئی اور نواز شریف نے آصف زرداری سے مل کر پرویز مشرف کو اقتدار سے نکال باہر کیا۔ حالانکہ پرویز مشرف کا زرداری سے مشترکہ اقتدار کا باقاعدہ فارمولا طے ہوا تھا۔ زرداری خود صدر بن گئے۔ نواز شریف نے پاکستان پیپلز پارٹی کی انتہائی بدعنوان اور بیڈ گورننس والی حکومت سے بھرپور تعاون کیا اور فرینڈلی اپوزیشن کا رول ادا کیا۔

11 مئی 2013ء کے انتخابات کے نتیجہ میں میاں نواز شریف برسر اقتدار آئے۔ حالات واضح طور پر بتاتے ہیں کہ نواز شریف کا ذہن فوج کے حوالہ سے کلیئر نہ ہو سکا۔ پھر یہ کہ نواز شریف کے پرویز رشید جیسے ساتھی نے جن پر پرویز مشرف کے دور میں تشدد ہوا تھا' نواز شریف کے ذہن میں فوج کے خلاف بھرپور طور پر زہر بھرا۔ انہیں یہ سمجھا دیا گیا کہ فوج نے خواہ مخواہ بھارت کا ہوّا کھڑا کیا ہوا ہے، تاکہ پاکستان ایک سکیورٹی ریاست بنی رہے اور فوج طاقتور ہوتی چلی جائے۔ لہٰذا فوج کو کمزور کیا جائے اور وہ حکومت کا تختہ الٹنے کی پوزیشن میں نہ رہے۔ بھارت سے دوستی کی پینگیں بڑھانا اور یہ کہنا کہ ہمیں تو مینڈیٹ ہی بھارت سے دوستی کرنے کے لیے ملا ہے، اسی سٹریٹجی کا حصہ ہے۔ حالانکہ انتخابات کے دوران کی گئی تقاریر اس دعویٰ کی توثیق نہیں کرتیں۔

ہم قارئین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اقتدار سنبھالنے سے پہلے نواز شریف فوج کو ایک مقام پر رکھنے کا ذہن خود بھی رکھتے تھے لیکن ان کے نادان دوستوں نے درحقیقت انہیں فوج سے تصادم کی راہ پر ڈال دیا۔ گزشتہ چودہ ماہ میں

بہت سے ایسے واقعات ہوئے جن سے حکومت اور فوج کے درمیان تناؤ پیدا ہوگیا۔تلخی اور کشیدگی میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔اس کے باوجود یہ جھوٹ بولا جاتا رہا کہ حکومت اور فوج ایک پیج پر ہیں۔ہم گزشتہ چودہ ماہ میں حکومت اور فوج میں کشیدگی کا باعث بننے والے واقعات رقم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان میں سے بعض واقعات میڈیا کے ذریعے منظر عام پر آ چکے ہیں اور بعض مستند اور معتبر ذرائع سے ہمارے علم میں آئے ہیں۔

(1) وزیراعظم نواز شریف کی زیر صدارت سکیورٹی کے حوالہ سے ایک اجلاس منعقد ہوا۔اس اجلاس میں آئی ایس آئی کے چیف ظہیر الاسلام نے وزیراعظم کی توجہ اس طرف دلائی کہ بھارت کی خفیہ ایجنسی ''را'' اور ایرانی خفیہ ایجنسی کے مابین رابطے بہت بڑھ گئے ہیں جو ہمارے لیے باعث تشویش ہیں۔اس پر وزیراعظم نے سب کے سامنے انہیں ڈانٹ دیا کہ یہ ایران اور بھارت کا معاملہ ہے۔آپ اس میں مخل کیوں ہوتے ہیں؟ حالانکہ ''را'' اور ''آئی ایس آئی'' ہر وقت ایک دوسرے کے تعاقب میں ہوتے ہیں اور ''را'' کی سرگرمیوں پر نگاہ رکھنا ''آئی ایس آئی'' کا اولین فرض ہے۔ستم بالائے ستم یہ کہ اخبارات کو بھیجی جانے والی پریس ریلیز میں بھی اس ڈانٹ ڈپٹ کا ذکر کر دیا گیا۔

(2) حامد میر اور جیو کے واقعہ سے سب قارئین واقف ہیں۔جیو نے اس کو یوں پیش کیا جیسے کہ ہم روزانہ اخبارات میں دیکھتے ہیں کہ ایک طرف مقتول یا زخمی زمین پر گرا پڑا ہوتا ہے اور دوسری طرف مجرم کو ہتھ کڑیاں لگائے پولیس کھڑی ہوتی ہے۔یوں وقوعہ کے فوراً بعد بغیر کسی ثبوت آئی ایس آئی کے سربراہ کی تصویر ٹانک دی گئی۔وزیراعظم صاحب فوری طور پر حامد میر کی عیادت کو گئے۔مزید برآں پرویز رشید نے فوج اور نواز شریف کے اختلافات کو بڑھاوا دیتے ہوئے نہایت احمقانہ انداز میں یہ بیان دیا کہ ہم دلیل والوں کے ساتھ ہیں،غلیل والوں کے ساتھ نہیں۔یعنی حکومت خود اپنے ماتحت ادارہ کی تذلیل کر رہی تھی۔پھر یہ کہ جیو اور فوج کے درمیان محاذ آرائی میں حکومت مکمل طور پر جیو کی پشت پر تھی۔اس معاملہ میں وزیر دفاع خواجہ آصف نے بعض غیر دانش مندانہ بیانات دے کر فوج کو ناراض کیا۔

(3) پرویز مشرف کو بیرون ملک بھیج دینے کے حوالہ سے حکومت اور فوج کے درمیان تفصیلات اور جزئیات تک طے ہوگئیں۔ایک خلیجی ریاست نے انہیں لینے کے لیے طیارہ چک لالہ کے ہوائی اڈہ پر پہنچا دیا،لیکن عین وقت پر بعض وزراء کے اصرار پر نواز شریف وعدہ سے منحرف ہوگئے اور جہاز خالی واپس چلا گیا۔اس معاہدے میں وزیر داخلہ چودھری نثار نے بنیادی کردار ادا کیا تھا۔وہ بھی حکومت سے روٹھ کر گھر چلے گئے جنہیں بعد میں وزیراعظم نے بڑی مشکل سے منایا۔

(4) ترکی کے وزیراعظم طیب اردگان نے افغانستان کے صدر حامد کرزئی اور وزیراعظم پاکستان کو مشترکہ طور پر ترکی کے دورہ کی دعوت دی۔وہاں کرزئی نے پاکستان اور آئی ایس آئی پر شدید تنقید کی۔فوج اور آئی ایس آئی کے سربراہ توقع کرتے تھے کہ وزیراعظم پاکستان اس کا منہ توڑ جواب دیں گے لیکن وزیراعظم نواز شریف جواب میں ایک لفظ بھی نہ بولے۔جس پر آئی ایس آئی کے چیف نے اپنے ادارے کے دفاع کے ساتھ ساتھ افغانستان پر پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا الزام بھی لگایا جس پر سول اور فوجی قیادت میں کشیدگی مزید بڑھی۔فوج کو یہ مسلسل اعتراض رہا ہے کہ حکومت اپنے اداروں کے تحفظ کے لیے آگے کیوں نہیں آتی۔

(5) بھارت کے وزیراعظم مودی کی حلف برداری کی تقریب میں شرکت کے دوران نواز شریف کا مقبوضہ کشمیر کی حریت کانفرنس کی قیادت سے ملنے سے انکار اور وہاں کے آئرن ٹائی فون کے گھر فیملی سمیت جانے کو بھی فوج نے پسندیدگی کی نگاہ سے نہ دیکھا۔

اس پس منظر میں اگر بہت سے لوگ کہہ رہے ہیں کہ فوج اور آئی ایس آئی قادری عمران کے دھرنوں کی پشت پر ہیں یا ان سے ہمدردی رکھتی ہیں تو یہ بات سمجھ آنے والی ہے۔اگرچہ خود حکومت کے بعض اقدامات سے اس تحریک کو جلا ملی ہے اور حکومت situation کو dafuse کرنے میں ناکام ہوئی ہے جس کی تفصیل گزشتہ اشاعت میں بیان کر دی ہے۔

حکومت اور فوج کے تعلقات کے حوالہ سے تازہ ترین واقعہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا ہے اور یقیناً یہ تعلقات اب بدترین سطح پر ہوں گے۔ہوا یوں کہ 28 اگست کی رات کو رات 10 بجے تمام چینل نے یہ بریکنگ نیوز دی کہ حکومت نے دھرنے والوں سے مصالحت کے لیے آرمی چیف کو تعاون کا کہا ہے۔اس پر دنیا خصوصاً اہل سیاست ششدر رہ گئے۔حکومت تنقید کا نشانہ بنایا جانے لگا۔بہر حال طاہر القادری اور عمران خان نے اسی رات جنرل راحیل شریف سے ملاقات کی۔ملاقات کی واپسی پر انہوں نے میڈیا کو بتایا کہ وہ اپنے موقف سے اب مزید پیچھے نہیں ہٹیں گے۔اگلی صبح وزیراعظم اسمبلی میں پہنچ گئے۔انہوں نے فوج سے کسی قسم کا کردار ادا کرنے کی درخواست کے بارے میں لاتعلقی کا اظہار کر دیا۔اب لوگ آئی ایس پی آر کی پریس ریلیز کا انتظار کرنے لگے کہ سچا کون ہے اور جھوٹا کون؟ کچھ وقفہ کے بعد آئی ایس پی آر نے واضح کر دیا کہ ایک روز قبل وزیراعظم نے آرمی چیف سے ملاقات کے وقت ان سے اپنا کردار ادا کرنے کا کہا تھا۔گویا وزیراعظم نے فلور آف دی ہاؤس جھوٹ بولا تھا۔یہ کہا جا سکتا ہے کہ عمران، طاہر القادری اور آرمی چیف تینوں جھوٹے ہیں اور اکیلے میاں نواز شریف سچے ہیں۔لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اتنے سنگین الزام کی تردید کرنے میں سولہ گھنٹے کیوں صرف کیے گئے؟ حکومت کی طرف سے اس کی تردید چند منٹوں کے بعد لازماً ہونا چاہیے تھی۔یہ سوال یقیناً جواب طلب رہے گا۔اس ساری صورت حال سے اصل نقصان یہ ہوا کہ فوج خود متنازعہ ہوگئی۔لہٰذا مذاکرات کرانے اور کوئی حل نکالنے کے حوالہ سے وہ مزید کوئی دلچسپی نہیں لے سکتی۔آخری اطلاعات کے مطابق عمران خان اب ملک کے دوسرے شہروں میں بھی مظاہرے کروائیں گے اور ڈاکٹر طاہر القادری نے اپنے الٹی میٹم میں مزید 24 گھنٹے کا اضافہ کر دیا ہے۔

ہم فریقین سے ہاتھ جوڑ کر درخواست کرتے ہیں کہ وہ پاکستان اور اہل پاکستان پر رحم کھائیں۔پاکستان دنیا میں تماشا بنا ہوا ہے۔لوگ ہم پر ہنس رہے ہیں اور دنیا بھر کے مسلمان اس تشویش میں مبتلا ہیں کہ لا الٰہ الا اللہ کے نعرے پر معرض وجود میں آنے والا ایٹمی قوت کا حامل پاکستان اس بحران سے کیسے نکلے گا؟ کیا وہ مزید شکست و ریخت سے دوچار ہونے کو ہے۔عالم اسلام میں پاکستان کی سلامتی کے لیے بڑی دعائیں کی جارہی ہیں۔لیکن اللہ اس قوم کی حالت کیسے بدلے جسے خود اپنی حالت بدلنے کا خیال نہ ہو۔اللہ ہم پر رحم فرمائے۔ہمیں ہدایت دے اور ہمیں صراطِ مستقیم پر گامزن ہونے کی توفیق بخشے۔آمین یارب العالمین!

سورۃ الجمعہ اور نظام جمعہ

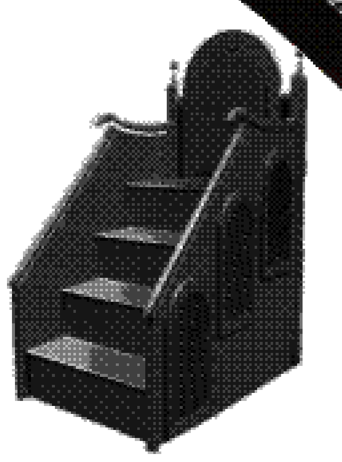

مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید ﷾ کے 22 اگست 2014ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبۂ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد!

حضرات محترم! ماہ رمضان سے قبل خطبات جمعہ میں قرآن حکیم کا سلسلہ وار مطالعہ چل رہا تھا۔ اس مطالعہ کا آغاز ہم نے سورہ قٓ سے کیا تھا جو قرآن مجید کی آخری منزل کی پہلی سورت ہے۔ قرآن کی آخری منزل میں زیادہ تر تذکیری مباحث آئے ہیں۔ اِسی منزل میں وہ مدنی سورتیں بھی ہیں جن کا ہم اس وقت مطالعہ کر رہے ہیں۔ ان سورتوں میں مسلمانوں کے لئے براہ راست راہنمائی کا وافر سامان ہے۔ یہ سلسلہ 13 جون تک چلتا رہا۔ جب یہ سلسلہ منقطع ہوا، تب سورۃ الجمعہ ہمارے زیر گفتگو تھی۔ کچھ تمہیدی باتیں ہوگئی تھیں، کچھ رہ گئی تھیں۔

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ سورت کا نام سورۃ الجمعہ ہے۔ اس سورۂ مبارکہ کے دوسرے رکوع میں جمعہ کی حکمت اور اس کے احکامات بیان ہوئے ہیں۔ پہلے رکوع کا بظاہر کوئی تعلق جمعہ سے نظر نہیں آتا۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو دکھائی دے گا کہ اس کا اس سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ (اس پر بات ذرا آگے چل کر ہوگی)۔ یہ بات تو آپ کے علم میں ہے کہ قرآن مجید میں سورتوں کے جو نام آئے ہیں وہ اس طرح کے عنوانات نہیں ہیں کہ اسی عنوان پر پوری سورت میں گفتگو ہو رہی ہو، اسی کی ساری تفصیلات بیان کی جا رہی ہوں۔ بلکہ یہ نام صرف علامتی اور محض پہچان کے لئے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ جو اڑھائی پاروں پر مشتمل ہے، اس میں کئی طرح کے موضوعات آئے ہیں۔ مگر اس کا نام بنی اسرائیل کی تاریخ کے ایک واقعہ (ذبح بقرہ) میں آنے والے لفظ بقرہ کے حوالے سے رکھا گیا ہے۔ ظاہر ہے سورت کا نام البقرہ رکھ لینے کا یہ مطلب نہیں کہ اس سورت میں ساری تفصیلات واقعہ بقرہ کی بتائی گئی ہیں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اسی طرح کا معاملہ سورۂ آل عمران، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ وغیرہ کا ہے۔ البتہ بعض جگہ خاص طور پر بعض چھوٹی سورتوں میں اس کے برعکس صورتحال بھی ہوتی ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ پوری سورت اپنے عنوان کے گرد ہی گھوم رہی ہے۔ مثلاً 21 ویں پارے میں سورت نوح ہے جو دو رکوعوں پر مشتمل ہے۔ اس سورت میں تمام تر ذکر حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا آیا ہے۔ اسی طرح اس سے اگلی سورت سورۃ الجن ہے اس کے اندر بھی زیادہ تذکرہ جنات کا آیا ہے۔ معلوم ہوا کہ بعض اوقات عنوان کا گہرا تعلق موضوع کے ساتھ بھی ہوتا ہے، لیکن یہ کہیں کہیں ہوتا ہے۔ اکثر جگہوں پر سورۃ کا

مرتب: ابواکرام

نام محض پہچان کے لئے آتا ہے، تاکہ معلوم ہو جائے کہ فلاں سورت کا ذکر ہو رہا ہے۔

سورۃ الجمعہ کے پہلے رکوع سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ہمارے نظام جمعہ سے کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، اس کا نظام جمعہ سے بڑا گہرا معنوی ربط ہے۔ مفسرین کا اندازہ ہے کہ سورۃ الجمعہ کا پہلا رکوع سن 7ھ میں نازل ہوا، اور اس کے شواہد بھی موجود ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور ﷺ کی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے تو یہ آیات نازل ہوئیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ کے بعد اور فتح خیبر سے پہلے (کے عرصے کے دوران) ایمان لائے۔ لہٰذا یہ بات معلوم ہوگئی کہ یہ آیات سن 7ھ میں نازل ہوئیں۔ دوسرے رکوع میں سارا ذکر نظام جمعہ کا ہے اور اس کے احکامات آئے ہیں۔ آنحضور ﷺ نے مدینہ تشریف لاتے ہی جمعہ کا آغاز کر دیا تھا۔ لہٰذا اس رکوع کے بارے میں گمان یہ ہے کہ مدنی دور کے ابتدائی حصے میں ہی نازل ہوا ہوگا۔ (واللہ اعلم)

سورۃ الجمعہ سے پچھلی سورت سورۃ الصّف ہے۔ اُس سے بھی اس سورت کا معنوی ربط پایا جاتا ہے۔ سورۃ الصّف کا مرکزی مضمون نبی اکرم ﷺ کا خصوصی انقلابی مشن ہے۔ آپؐ صرف داعی، معلم، مبشر اور واعظ بن کر نہیں آئے۔ اگرچہ یہ ساری حیثیتیں بھی آپؐ کی ذات بابرکات میں جمع ہیں جو اور نبیوں اور رسولوں کی ہیں، لیکن آپؐ کو ایک خاص مشن بھی دیا گیا، وہ ہے اظہار دین حق۔ آپؐ کو جو دین حق اور نظام عدل اجتماعی عطا ہوا، جو میزان دی گئی، آپؐ کی ذمہ داری تھی کہ اُسے غالب کریں۔ اللہ کے عطا کردہ سسٹم آف سوشل جسٹس عملاً قائم کر کے دکھائیں۔ یہ مضمون قرآن مجید میں تین جگہ آیا: ﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (التوبہ:33، الفتح:28، الصّف:9) ہمارے واعظین اور مدرسین اُن دوسری آیات کا اکثر حوالہ دیتے ہیں اور اُن کے حوالے سے آپؐ کے مقام و مرتبہ اور رفعت شان کا بیان ہوتا ہے جو آنحضور ﷺ کی شان میں آئی ہیں۔ لیکن آپؐ کے اس خصوصی مشن کا تذکرہ کم ہی ہوتا ہے، جسے قرآن نے اتنے اہتمام سے بیان کیا کہ تین مرتبہ یہ الفاظ دہرائے کہ ”وہی ہے اللہ جس نے

بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ، تاکہ آپ اسے غالب کریں سارے دینوں پر" آپؐ کے اس خصوصی مشن کو یکسر زیادہ نظر انداز کیا جا رہا ہے۔

سورۃ الجمعہ کا سورۃ الصّف سے معنوی تعلق یہ ہے کہ سورۃ الصّف میں آپؐ کے جس خصوصی مشن کا ذکر ہے، یہاں اس کے لئے انقلابی جماعت کی تیاری کا طریق کار بیان ہوا جو رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم کرنا چاہتی ہو۔ اس موضوع کا آج کل کے حالات سے گہرا تعلق ہے۔ اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اجتماعی سطح پر تبدیلی لانے کے لئے اساسی منہاج اور کام کی ترتیب کیا ہوگی۔ ان آیات میں انقلاب نبویؐ کا اساسی منہاج بیان ہوا ہے، جس پر چل کر محمد رسول اللہ ﷺ نے انقلابی کارکن تیار کیے۔ یہ مضمون اتنا اہم ہے کہ قرآن مجید میں چار جگہ آیا ہوا ہے۔ افسوس کہ آج لوگ اس موضوع سے بالکل غافل ہیں اور اس طرف دھیان دینے کوئی ضرورت ہی محسوس نہیں کرتے، حالانکہ اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اس کو بیان کیا جائے اور اس کے ذریعے ایک حزب اللہ تیار کی جائے۔

اصولی بات یہ ہے کہ رسول انقلابی مشن کے ساتھ آتے ہیں۔ رسولوں کو ایک نظام دیا جاتا ہے، تاکہ وہ اس کو قائم کریں۔ اس کے لیے پہلے سے قائم باطل نظام کو اکھاڑنا پڑتا ہے۔ باطل نظام آسانی سے نہیں اکھڑتا۔ اس لئے کہ اُس کے ساتھ مراعات یافتہ طبقات کے مفادات وابستہ ہوتے ہیں۔ یہ طبقات اپنے مفادات کو نہیں چھوڑتے۔ لہٰذا اُن کے لئے ایک انقلابی جماعت تیار کرنی پڑتی ہے، جو باطل سے پنجہ آزمائی کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب احکام شریعت عطا ہوئے، تو حکم ہوا کہ اب صحرا سے نکلو اور اللہ کی کسی بستی میں جا کر آباد ہو جاؤ اور وہاں اللہ کا دین قائم کرو۔ تمہارا پورا نظام، قانون شریعت کے مطابق چلنا چاہیے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ بنی اسرائیل کے لاکھوں افراد تھے، جنہیں وہ فرعون کی غلامی کے چنگل سے نجات دلا کر لائے تھے۔ لیکن وہ لوگ committed نہیں تھے۔ ان کے اندر وہ ہمت نہیں تھی جو ایک حزب اللہ کے لیے درکار ہوتی ہے۔ بلکہ وہ محض ایک بھیڑ تھی، لہٰذا جب قیام دین کے لیے جہاد کا حکم ہوا تو لوگوں نے یہ حکم ماننے سے انکار کر دیا۔ صاف کہہ دیا ﴿اِذۡهَبۡ اَنۡتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَاۤ اِنَّا هٰهُنَا قَاعِدُوۡنَ﴾ (المائدہ:24) "(موسیٰ) آپ جائیں اور آپ کا رب، دونوں جا کر جنگ کریں۔ ہم تو یہاں بیٹھے ہیں۔" اس جواب پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اس قدر دل گرفتہ ہوئے کہ دعا کی، پروردگار! میں اس قوم کے ساتھ مزید ایک لمحہ بھی گزارنا نہیں چاہتا۔ خدایا اس فاسق اور نانہجار قوم سے جو جہاد سے کترا رہی ہے مجھے جدا کر دے۔ ایک منظّم جماعت نہ ہونے کی بنا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں دین قائم اور غالب نہیں ہو سکا۔ حالانکہ بنی اسرائیل اگر ہمت کرتے تو اُن کی فتح یقینی تھی۔ اس لئے کہ جہاد کی صورت میں اُن سے مدد اور فتح کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اُن سے صاف کیا گیا تھا کہ شہر میں داخل ہو جاؤ، اللہ تمہیں فتح عطا کر دے گا۔ مگر چونکہ حزب اللہ نہیں تھی جو انقلاب کے لیے ضروری ہے، اِس لیے انقلاب نہ آیا۔

اب آیئے، یہ دیکھیں پہلے رکوع کا دوسرے رکوع کے ساتھ باہمی ربط کیا ہے۔ پہلے رکوع میں انقلابی جماعت کی تیاری کا طریق کار آیا ہے۔ جبکہ دوسرے رکوع میں احکام جمعہ آئے ہیں۔ انہی احکامات پر اہل اسلام میں روز اوّل سے نظام جمعہ چلا آتا ہے۔ اگرچہ اس نظام کی روح آج غائب ہو چکی ہے۔ تاہم اس کا ڈھانچہ باقی ہے۔ جمعہ کا دن لوگ باقاعدگی سے مسجدوں میں آتے ہیں اور نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ مسجد میں نماز ظہر پابندی سے ادا

مرکز تنظیم اسلامی کی پیش کش

امیر تنظیم اسلامی **حافظ عاکف سعید** حفظہ اللہ

یا دیگر مرکزی ذمہ داران تنظیم

کا

مرکزی خطابِ جمعہ

جو بالعموم تذکیر بالقرآن، حالات حاضرہ پر تبصرے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر مشتمل ہوتا ہے

اب آپ ہر ہفتے اپنی جگہ پر سُن سکتے ہیں

آڈیو کیسٹ کے ساتھ ساتھ **آڈیو سی ڈی** میں بھی دستیاب ہے

ممبر بنیں اور استفادہ کریں

سالانہ ممبر شپ فیس 1000 روپے

مرکز تنظیم اسلامی میں نقد، منی آرڈر یا پھر ڈرافٹ کے ذریعے رقم جمع کروائیں اور رسید حاصل کریں

نوٹ: یہی خطاب جمعہ بذریعہ Internet
ہماری ویب سائٹ www.tanzeem.org
سے براہ راست یا Download کر کے بھی سنا جا سکتا ہے۔

تنظیمِ اسلامی

مزید معلومات کیلئے درج ذیل نمبرز پر رابطہ کیا جا سکتا ہے
فون نمبرز: 36316638/36366638
67/اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور۔ فیکس: 36313131
Email:markaz@tanzeem.org

کرنے والے مسلمان اگر پانچ فیصد ہوں گے تو جمعہ پڑھنے والے 20، 25 فیصد تک ہو جاتے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ نماز جمعہ کا اہتمام کسی حد تک ضرور ہوتا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اس میں بھی لوگوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ اردو خطاب کے اختتام پر ہی مسجد پہنچیں اور آخری عربی خطبہ سن لیں۔

عربی خطبہ بھی ہمارے ہاں ایک رسم بن کر رہ گئی ہے۔ ہمیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ اس میں کیا بیان ہوتا ہے۔ نظام جمعہ کے حوالے سے ہم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ کچھ متبرک الفاظ سن لیں اور دو رکعت پڑھ کر گھر چلے جائیں۔ خطاب جمعہ میں بھی بالعموم تذکیری گفتگو کم ہی ہوتی ہے۔ اس کی بجائے کہیں مسلکی معاملات بیان ہوتے ہیں۔ کہیں اولیاء اللہ کی کرامات کا ذکر ہوتا ہے۔ کہیں کچھ اور بیان ہوتا ہے۔ یہ موضوعات امت کو عمل سے بے گانہ کرنے اور میٹھی نیند سلا دینے والے ہیں۔ اِلّا ماشاءاللہ، ضرورت اس بات کی ہے کہ لوگوں کو قرآن کے پیغام سے روشناس کرایا جائے۔ نظام جمعہ اصل میں قرآن مجید کی تعلیم کا ذریعہ ہے۔ قرآن غلبہ دین کی جدوجہد کے حوالے سے ہمارا سب سے بڑا انقلابی لٹریچر ہے۔ آج ساری دنیا اسی لئے تو قرآن کے خلاف ہے۔ اِسی لیے تو دباؤ ڈال کر ہمارے نصاب سے قرآنی تعلیمات کا بڑا حصہ نکال دیا گیا۔ اور تو اور سعودی عرب کے نصاب تعلیم میں سے بھی امریکہ نے تبدیلی کروا کر قرآن کی آیات نکلوا دیں، کیوں؟ اس لیے کہ کفار قرآن کی انقلابی تعلیمات سے کانپتے ہیں۔ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ قرآن انقلابی پیغام کا حامل ہے۔ اس کتاب میں جہاد اور قتال کی بات کی گئی ہے۔ یہود و نصاریٰ کو اللہ کے دین کا دشمن قرار دیا گیا ہے۔ انہیں مغضوب علیھم اور ضالین کہا گیا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ جدیدیت اور رواداری ہونی چاہیے۔ کوئی شخص کسی کو برا نہ کہے، ہندو کو بھی برا نہ کہا جائے، سکھوں اور یہودیوں کو بھی برا کہنے سے احتراز کیا جائے۔ جبکہ قرآن اس کے برعکس تعلیمات دیتا ہے۔ قرآن چاہتا ہے کہ طاغوتی قوتوں کے استحصالی نظام کا خاتمہ کیا جائے۔

قرآن کی انقلابیت کا سب سے بڑا مظہر سورۃ الحدید کی آیت 25 ہے۔ جس میں فرمایا گیا: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ ’’ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی نشانیاں دے کر بھیجا۔ اور ان پر کتابیں نازل کیں اور ترازو (یعنی قواعد عدل) تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔‘‘ اللہ نے رسولوں کو بھیجا تو ان کے ساتھ دو چیزیں اتاریں۔ ایک کتاب ہدایت، جس پر عمل کر کے انسان آخرت میں دائمی کامیابی حاصل کرے گا، جو اُس کی اصل منزل ہے۔ اور دوسرے میزان۔ اللہ چاہتا ہے کہ دنیا میں اُس کا نظام عدل و انصاف، انفرادی زندگی میں بھی اور اجتماعی سطحوں (سیاست، معیشت، معاشرت) پر غالب ہو، اُسے فیصلہ کن حیثیت حاصل ہو۔ اللہ نے رسولوں کو کتاب اور میزان دے کر اس لئے بھیجا تا کہ وہ اِس نظام کو غالب کریں۔ یہ نظام اس لیے نہیں دیا گیا کہ قرآن کی تلاوت کر لو اور ثواب حاصل کرو۔ اور اسلامی نظام کے محض قصیدے پڑھ لو بلکہ اس لئے ہے کہ نظام کو قائم کیا جائے۔ نظام کے قائم کرنے کی تعلیم سے واضح ہے کہ رسولوں کا مشن انقلابی مشن ہے۔ اسی لئے تو لوہا اتارا گیا۔ چنانچہ اللہ نے اس آیت میں آگے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾ اور ہم نے لوہا اتارا۔ اس میں شدید جنگی صلاحیت ہے۔ یہ لوہا کس لیے اتارا ہے؟ اس لیے کہ رب کی دھرتی پر رب کے نظام کے قیام کے راستے میں جو لوگ رکاوٹ بنیں اُن کا سر کچل دیا جائے۔ یہ نظام حق انسانیت کے لیے رحمت ہے۔ اس رحمت کے راستے میں جو رکاوٹ بنتا ہے، وہ سب سے بڑا مجرم ہے۔ لوہے کی طاقت سے اُس کی سرکوبی کی جائے۔

قرآن اس بات کا حکم بھی دیتا ہے کہ جنگ جاری رکھو تا آنکہ فتنہ وفساد مکمل ختم ہو جائے اور دین کل کا کل اللہ کے لیے ہو جائے۔ اسی لیے تو عہد نبویؐ میں کئی جنگیں ہوئیں۔ یہاں تک کہ مکہ فتح ہوا اور اللہ کا دین غالب آ گیا۔ بعدازاں غزوۂ حنین ہوئی، جس کے بعد اسلام نے پورے عرب پر اپنا جھنڈا لہرا دیا۔ آج باطل قوتیں پروپیگنڈا کرتی ہیں کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔ حالانکہ دہشت گرد مسلمان نہیں بلکہ جارح عالمی دجالی قوتیں ہیں۔ مسلمانوں کی جنگیں تو نظام عدل کے لیے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اسی عادلانہ نظام کے قیام سے دنیا سے دہشت گردی ختم ہوتی اور رحمت الٰہی کا ظہور ہوتا ہے۔ آنحضور ﷺ کے فرمان کا مفہوم ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہوگا۔ ظاہر ہے، یہ زمین اللہ کی ہے۔ زمین پر حاکمیت کا حق بھی اسی کو ہے۔ انسانوں میں جو حاکمیت کا مدعی ہے وہ باغی اور شیطان کا ایجنٹ ہے۔ لہٰذا اس کے خلاف جہاد جاری رہے گا تا آنکہ دین غالب ہو جائے۔ احادیث کے مطابق وہ وقت آ کر رہے گا جب کل روئے ارضی اللہ کے دین سے جگمگا اُٹھے گی۔ آخری دور کے حوالے سے جو احادیث ملتی ہیں، اُن کے حوالے سے یہ نظر آ رہا ہے کہ دنیا میں اس وقت خوفناک معرکۂ حق و باطل جاری ہے۔ اس کے بعد بالآخر دین کو غالب ہونا ہے۔ اور جب کل روئے ارضی پر اللہ کا دین غالب ہو جائے گا، تو اس کے بعد بہت جلد ہی قیامت آ جائے گی کہ مشن مکمل ہو گیا۔ تو گویا ہمارا قیامت تک یہ مشن زندہ ہے۔ اور مسلمانوں کا یہ فریضہ ہے کہ اس کے لیے محنت اور کوشش کریں۔ اقبال نے کہا تھا۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

قرآن اصل میں مسلمانوں کے لیے انقلابی لٹریچر ہے۔ اسلام یہ کہتا ہے کہ مسلمان ہر ہفتے اس کے لیے اکٹھے ہوں اور اِسے ذہنوں میں تازہ کریں۔ جمعہ کا نظام اسی لیے ہے۔ دنیا میں جو بھی انقلابی جماعتیں اٹھتی ہیں وہ اسی وقت تک زندہ رہتی ہے جب تک وہ اپنے انقلابی لٹریچر کے ساتھ جڑی رہیں۔ چنانچہ اسلام کے انقلابی لٹریچر کے ساتھ جڑنے کا خاص اہتمام کیا جانا ضروری ہے کہ اس کے بغیر انقلابی جذبات ختم ہو جاتے ہیں۔

نظام جمعہ ہر ہفتے دین سیکھنے اور تعلیم بالغاں کا ایک نظام ہے۔ حضور ﷺ کا معمول تھا کہ جمعہ کے دن دو خطبے دیا کرتے تھے۔ دونوں کے درمیان آپ تھوڑی دیر کے لیے بیٹھتے تھے۔ اسی سنت پر آج بھی عمل ہوتا ہے۔ خطیب حضرات دو خطبوں کے درمیان بیٹھا کرتے ہیں۔ خطبات جمعہ میں آپؐ قرآن پڑھا کرتے اور لوگوں کو تذکیر کرواتے تھے۔ آنحضور ﷺ بالعموم سورۂ قٓ کی آیات کی تذکیر فرمایا کرتے تھے۔ تذکیر کے لیے بھی آلۂ انقلاب یہ قرآن ہے۔ ہمارے دین میں نظام جمعہ کی بہت فضیلت و اہمیت ہے۔ یہاں تک روایات میں آتا ہے جس کا مفہوم ہے کہ اگر کوئی تین جمعہ بلا عذر نماز جمعہ چھوڑ دے تو اللہ کو کوئی پروا نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرتا ہے یا نصرانی ہو کر۔ نظام جمعہ میں اصل اہمیت خطبہ کی ہے۔ لیکن ہمارا حال یہ ہے کہ عربی خطبہ کے بارے میں جانتے ہی نہیں کہ اُس میں کیا پڑھا گیا۔ اس کی تلافی اسی طرح ہو سکتی ہے کہ پہلے اردو زبان میں اس کا مفہوم بیان کیا جائے۔ بہرکیف اِس سورت کا دوسرا رکوع حکمت و احکام جمعہ پر مشتمل ہے۔

(باقی صفحہ 13 پر)

کیا یہ غور طلب نہیں؟

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

دارالخلافہ، دارالتماشہ بنے دو ہفتے ہو چکے ہیں۔ 18 کروڑ کی آبادی میں سے مٹھی بھر عورتوں، بچوں کو ڈھال اور ہراول دستہ بنا کر دھرنے کے تھپیڑوں میں گھری، بارش، بھوک، پیاس میں مبتلا کرنے والے لیڈران کی سیادت کتنی مشکوک و بے وزن ہے۔

تختہ الٹنے کو عورتوں پہ ہو جس کی امید
نا امیدی اس کی دیکھا چاہیے

400 ارب روپے کا نقصان، کاروبار ٹھپ، تعلیمی ادارے بند، اشیائے خورو نوش کی قلت، شہری مقید، اعصاب شل، سٹاک ایکس چینج مندی کا شکار، غیر ملکی صدور کے دورے منسوخ، سرمایہ کاری کی بندش۔ سرمایہ کاری اب صرف دھرنے میں ہو رہی ہے۔ سٹیج سے خان صاحب پکار پکار کر دعوت دے رہے ہیں۔ ملک بھر سے آؤ اور پیسے، کرائے ہم سے وصول کرلو۔ میڈیا کو بیچ پر اربوں کا خرچ۔ اناؤں کی جنگ میں ملک کو انتشار کی نذر کرنے کے اس کھیل کے ہم متحمل ہو سکتے ہیں؟

گزشتہ تین ہفتوں میں اربوں لٹا کر حاصل حصول؟ سویلین حکومت کا قد کاٹھ، گھٹا کر ڈپٹی کمشنر کے سائز پر لے آنا......؟ خارجہ پالیسی، اہم فیصلوں کے اختیار سے دست بردار ہو کر، ڈرائیونگ سیٹ چھوڑ کر وزیراعظم کلینر بن جائے؟ بس پر ہاتھ مار کر استاد جی چلو کہنے پر مامور ہو۔ جانا کہاں ہے یہ طے کرنا اس کا کام نہیں! حکومتی رٹ کے چیتھڑے اڑ گئے۔ انوکھے لاڈلوں کے یہ دونرالے مجمعے ججوں، پارلیمنٹ، کیبنٹ ڈویژن کا راستہ روکے بیٹھے ہیں۔

جس زون میں قدم رکھنے پر قانون آگ بگولا ہو کر آمنہ جنجوعہ اور ملک بھر سے آئے لاپتہ افراد کے مظلوم لواحقین عورتوں بچوں پر ٹوٹ پڑا تھا۔ نوچا، گھسیٹا گیا انہیں۔ دوبارہ فریادی بن کر آنے پر ظلم و قہر کا بند باندھ دیا گیا۔ اب وہی ریڈ زون ناچنے، گانے، بھنگڑے ڈالنے والیوں کے قدموں تلے شاداں و فرحاں ہے۔ جامعہ حفصہ کی عصمت مآب طالبات مدرسے مسجد کے اندر رٹ شکن، لہٰذا گردن زدنی قرار پائیں۔ یہ حیران کن صبر و تحمل اس لیے کہ یہ قرآن پڑھنے والی نہیں، ناچ گانے کے مخلوط روشن خیال مجمعے ہیں؟ ملک کو گھمبیر امن و امان اور اقتصادی مندی کی بھینٹ چڑھا کر یہ خوش باش ٹولیاں شادی اور جشن کا سماں پیش کر رہی ہیں۔ بھنگڑے، لڈیاں، قہقہے، چہچہے...... مجمعے کا بڑا حصہ مطالبات سے کوئی مطلب نہیں رکھتا۔ وہ تو رنگین راتوں میں لگتے ٹھمکوں سے فیض یاب اور لطف اندوز ہونے کو آتا ہے۔ ہر رات اگلے دن کے بھانڈ، گویوں کا اعلان اور سننے کی درخواست ہوتی ہے۔ جس پر ٹھٹھ لگتے ہیں۔ آج رقص و موسیقی ہٹا کر صرف عمران خان تقاریر فرما کر دیکھ لیں، ہجوم چھٹ جائے گا۔ دوسری جانب قادری صاحب کے ہاں متبادل کے طور پر قوالیاں، ملنگ رقص چل رہے ہیں۔ ع کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں؟

عمران خان بیچ بیچ میں نعرہ لگاتے ہیں اسلامی ٹچ کے طور پر۔ اللہ کہتا ہے۔ نبی نے کہا...... (بغیر کہے) نہایت عامیانہ انداز میں گستاخی کی حد کو چھوتے ہوئے، بسا اوقات مسخ ترجمہ پیش کر کے۔ ساتھ ہی ان گنت مرتبہ ایسا ہوا کہ فوراً موسیقی کی دھن دھڑن شروع ہو گئی۔ متکبرانہ لب و لہجے کی گھن گرج کے ساتھ اکڑ کر سٹیج پر للکارتے، مارچ کرتے اوئے توئے کی زبان بولتے وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ اللہ نے یہ بھی تنبیہ فرمائی ہے۔ اور لوگوں سے منہ پھیر کر بات نہ کر، نہ زمین میں اکڑ کر چل، اللہ کسی خود پسند، فخر جتانے والے شخص کو پسند نہیں کرتا۔ اپنی چال میں اعتدال اختیار کر، اور اپنی آواز ذرا پست رکھ، سب آوازوں سے زیادہ بری آواز گدھے کی ہوتی ہے۔(لقمان:18,19)

سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ناچتے گاتے پوری قوم کی قیادت کا دعویٰ لے کر اٹھنے والے اُس ایک صوبے کا حال زار ملاحظہ فرمائیں جسے بے یار و مددگار چھوڑ کر تحریک انصاف کی پوری قیادت بشمول وزیر اعلیٰ ٹھمکے لگا رہے ہیں۔ پشاور بار بار بارشوں کے طوفانی تھپیڑوں کا شکار 31 جانوں کا نذرانہ دے چکا ہے۔ زخمی اس سے سوا ہیں۔ متعدد گھر گرے پڑے ہیں، کوئی پرسان حال نہیں۔

آئی ڈی پیز بنوں میں مظاہرے کر رہے ہیں کہ عمران خان نے ہمارے مسائل حل کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اب انہیں سکولوں سے بھی بے گھر کیا، نکالا جا رہا ہے۔ (عمران خان خود مصنوعی آئی ڈی پی بنے بیٹھے ہیں۔ کوئی انہیں اس گھن چکر سے نکالے!) تحریک انصاف کے زیر سایہ صوبے میں حراستی مراکز کی داستانیں ہٹلر کے نازی کیمپوں کو شرمائے دے رہی ہیں۔ پشاور ہائی کورٹ میں زیر سماعت دو درخواستیں ملاحظہ ہوں۔ ہنگو، تحصیل ٹل کے الحاج نیک بادشاہ کو ان کے تین بیٹوں، طاہر، برکت اور بختاور کی لاشیں کوہاٹ حراستی مرکز سے تھما دی گئیں عیدالفطر سے پہلے۔ یہ جبری لاپتگی کا کیس تھا۔ اس مرکز کے مسافر خان کی لاش بھی گھر والوں نے وصول کی۔ (دی نیوز، اکیس اگست) عدالتیں بے بس، قانون لاپتہ تھا۔ اب پی پی او کا ڈریکولا چولا پہن کر نکل آیا ہے۔ چیف جسٹس پاکستان کا یہ تبصرہ کہ ہمارے پاس بندوقیں نہیں۔ قانون کی بے بسی ہی کا ایک اظہار ہے۔

انقلاب مارچوں نے سیاسی جماعتوں کی اخلاقی ابتری کا پول بھی کھولا ہے۔ یہ نوجوانوں، سول سوسائٹی، پڑھے لکھوں کی تحریک ہے۔ کوئی تنظیم، ڈسپلن، تہذیب، تربیت نہیں۔ ہلڑ بازی، بھنگڑے، ہاؤ ہو، بدزبانی بدکلامی، تکبر، رعونت، شائستگی کا گزر نہیں۔ تحمل برداشت عنقا۔ خواتین کارکنان تک مامون نہ تھیں۔ چھیڑ خانی، بدتمیزی کے واقعات پر انہوں نے جب دھمکی دی کہ ہم میڈیا کے پاس چلے جائیں گے تو عمران خان کو سٹیج سے تاکید کرنی پڑی کہ خواتین کا احترام کیا جائے۔ بھیڑ بکریوں کی چراگاہ کے مناظر۔ کچرا انقلاب بن گیا۔ 30 ٹن کچرا تو صرف آب پارہ سے اٹھایا گیا۔ ریڈ زون غلاظت سے اٹا، متعفن براؤن زون بن گیا۔ پورا منظر سڑکوں پر راستہ روک کر گلی محلے کے لیے درد سر بننے والے غیر ذمہ دار کرکٹ کھیلنے

والے لڑکوں بالوں کا سارہا۔ جو لوگوں کے گھروں کے شیشے بلب توڑتے پارک اجاڑتے چوکے چھکے لگاتے ہیں۔

اس کے برعکس دینی جماعتوں کے لاکھوں کے اجتماعات ملک بھر میں ہوتے رہتے ہیں۔ ہر جگہ نظم وضبط، ایثار، صفائی ستھرائی، ضرب المثل ہوتی ہے۔ حوائج انسانی بھی پوری ہوتی ہیں، لیکن شہر کو خبر تک نہیں ہوتی۔ یہاں ریڈزون کا تعفن پورے شہر کی فضا بدبودار کر چکا ہے! سیاسی جلسوں میں بھوک کا مظاہرہ بھی المناک اور شرمناک ہوتا ہے۔ کھانا یہاں بھی سڑکوں پر الٹ گیا۔ ایسے لوگوں کے اکٹھ میں منظر ہمیشہ لوٹ مار، سالنوں میں نہا جانے، دیگوں میں جا گھسنے، کیکوں پر ٹوٹ پڑنے کا ہوتا ہے۔ بے نظیر کی وفات اور مختلف مواقع پر غم وغصے کے اظہار میں توڑ پھوڑ، سرکاری املاک کا نقصان، یہ سب دو متقابل چہرے دکھارہا ہے۔ نام نہاد ترقی یافتہ تعلیم یافتہ مہذب کہلائے جانے والی سیکولر پارٹیاں اور مہذب، شائستہ، منظم، دینی جماعتیں جہاں عورت کا تقدس ہے تحفظ واحترام ہے۔ کیا یہ غور طلب نہیں؟

گو کہ لوگوں سے چھپا کچھ بھی نہیں
پھر بھی کہتے ہیں ہوا کچھ بھی نہیں

☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 37 سال، تعلیم بی اے، بی ایڈ، ملازمت سے وابستہ، دوسری شادی کے لیے دینی گھرانے سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ 0341-5965469

دعائے صحت

محمد نعیم (رفیق تنظیم اسلامی گڑھی شاہو لاہور) کے بیٹے حمزہ نعیم کی طبیعت سخت خراب ہے۔
اللہ تعالیٰ انہیں شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی دعائے صحت کی اپیل ہے

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

جمہوری نظام کا نظامِ عدل

محمد سمیع

کتنی دل خوش کن تعریف ہے جمہوریت کی! عوام کی حکومت عوام کے ذریعے عوام کے لئے۔ خوب بھانڈا پھوڑا ہے بیچ چوراہے پر سابق صدر مملکت آصف زرداری نے امریکہ سے یہ کہہ کر کہ طے تو یہ ہوا تھا کہ کم از کم تین ٹرمز جمہوریت کے پورے ہوں گے، اس کے بعد مارشل لاء کی بات ہوگی۔ جی ہاں! یہ ہے ''عوام'' کی حکومت عوام کے ذریعے عوام کے لئے، جس کی لگام امریکہ کے ہاتھ میں ہے۔ توہین تو ہوئی مملکت کی اور وہ بھی سابق صدر مملکت کی زبانی۔ لیکن انہیں اس کی کیا فکر۔ انہیں تو تیسرے ٹرم کا انتظار ہے جو شاید ان کی باری ہے۔ انہیں تو فکر اپنے متوقع اقتدار کی ہے، ملک کا کیا ہے۔ ایک بازو ملک کا نکل گیا۔ اس میں سب سے بڑا کردار ان کی پارٹی کا تھا۔ ان کی پارٹی تو سلامت ہے۔ اس اعلان کو حالیہ شورش کے حوالے سے دیکھا جانا چاہئے جو ملک میں آزادی کے مہینے میں یوم آزادی سے بھی پہلے سے برپا چلی آتی ہے۔ امریکہ بہادر نے آئندہ کے ممکنہ تغیر وتبدل کے حوالے سے اپنی غیر جانبداری کا اعلان کیا ہے۔ یہ اعلان خود اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ یہ شورش کس کے اشارے پر برپا کی جارہی ہے۔ آگے چلئے۔ عوام کے ووٹوں سے برپا ہونے والی تبدیلی کی حقیقت تو سامنے آہی چکی۔

دوسری خوشنما بات پارلیمنٹ کی بالادستی کی ہے، وہ پارلیمان جس کو وقفے وقفے سے توڑا گیا۔ آئین جمہوری نظام میں ایک ''مقدس'' دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے، جسے ہمارے ہاں کاغذ کا ایک ٹکڑا قرار دیا گیا جسے جب چاہے چاک کیا جاسکتا ہے۔ اس خوشنما نعرے ''عوام طاقت کا سرچشمہ ہیں'' کی حقیقت بھی اظہر من الشمس ہے۔ ووٹ عوام دیتے ہیں اور حکومت کون بنائے گا، اس کا فیصلہ واشنگٹن میں ہوتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود علامہ اقبال کے الفاظ میں ؎

کیا امامان سیاست، کیا کلیسا کے شیوخ
سب کو دیوانہ بنا دیتی ہے میری ایک ہو

کے مصداق سب ہی اس کے دیوانے بنے ہوئے ہیں۔ اور سنئے جمہوریت کے علمبردار انسانی حقوق کی بات کرتے ہیں۔ لیکن عراق میں، شام میں، لیبیا میں، نائجیریا میں، عوام کے نہ صرف حقوق پامال کرتے ہیں بلکہ ان ملکوں کی اینٹ سے اینٹ بجادیتے ہیں اور وہاں مقتل سجاتے ہیں۔ اس کے باوجود ان کا دعویٰ ہے کہ ہمارا جمہوری نظام دنیا کا بہترین نظام ہے اور ہمارے ملکوں میں ان کے گماشتے کہتے ہیں کہ بہترین آمریت سے بدترین جمہوریت بہتر ہے اور یہ کہ جمہوریت بہترین انتقام ہے۔ یقیناً جمہوریت بہترین انتقام ہے، لیکن عوام کے خلاف۔ عوام جمہوری نظام میں طاقت کا سرچشمہ ہیں۔ اس طاقت کو کمزور کرتے رہنا ہر حکومت کا ہدف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام ہر طرح کے مصائب جھیلتے ہیں، جیسے ہمیشہ مہنگائی اور بے روزگاری اور آج کل لوڈ شیڈنگ اور بدامنی کی صورت میں جھیل رہے ہیں۔ حکمرانوں کا کیا ہے۔ نہ انہیں بے روزگاری اور مہنگائی کی مصیبت جھیلنی ہے اور نہ لوڈ شیڈنگ اور بدامنی کی۔ عوام کے قومی خزانے سے لوٹے گئے پیسے سوئٹزرلینڈ کے بینکوں میں محفوظ ہیں جو ان کی آئندہ کی نسلوں کے لئے کافی ہیں اور سیکورٹی کے اسکواڈ ان کی حفاظت کے لئے ہمہ وقت موجود ہیں۔

جمہوریت کے نتائج پر غور کریں۔ عوام کے منتخب کردہ نمائندوں اور عوام کے درمیان سیکورٹی کا عملہ حائل ہوتا ہے۔ اس نمائندے کے گرد جو نورتن ہوتے ہیں وہ اسے سب اچھا کی خبر ہی دیتے رہتے ہیں۔ عوامی نمائندے جو قانون سازی کرتے ہیں ان پر غور کیا جائے

تو یہ قانون سازی نہ ملکی مفاد میں ہوتی ہے اور نہ عوام کے مفاد میں۔ صرف ان کا اپنا مفاد پوشیدہ ہوتا ہے۔ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ سب سے پہلے پاکستان، لیکن اصلاً یہ نعرہ سب سے پہلے میں کا نعرہ ہوتا ہے۔ آمریت کو برا بھلا کہا جاتا ہے، لیکن جب آمر مسلط ہو جائے تو اس کو کاندھا بھی جمہوریت کے یہ علمبردار ہی فراہم کرتے ہیں۔ جمہوری نظام کے خلاف انقلاب کا نعرہ لگانے والے کے خلاف اس نظام کے تمام وابستگان متحد ہو جاتے ہیں، کیونکہ یہ وابستگان اس نظام سے وابستہ ہوتے ہیں۔ آج بھی یہی ہو رہا ہے۔ انقلاب کا نعرہ لگانے والے طاہر القادری کے ساتھ سختی اور جمہوری نظام سے وابستہ عمران کے خلاف نرمی کی حکمت عملی طے کی گئی ہے۔

نظام خلافت جو مسلمانوں کو اللہ نے اپنی طرف سے عطا کیا ہے، اس کی طرف کسی کی نظر نہیں۔ ان مذہبی سیاسی قائدین کی بھی نہیں جو اپنے آپ کو اسلامی نظام کے قیام کے علمبردار ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ بھی اسی جمہوریت کی زلف گرہ گیر کے اسیر ہیں جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا۔

دیو استبداد جمہوری قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے یہ آزادی کی ہے نیلم پری

ان کی بلا سے ملک میں سیاسی نظام کی باگ ڈور امریکہ کے ہاتھ میں رہے یا کسی اور کے۔ بلکہ ہمارے ایک عالم دین اور معروف سیاستدان امریکی سفیر سے استدعا کرتے نظر آتے ہیں کہ ایک بار ہمیں بھی آزما کر دیکھ لو۔ اس معاملے میں آصف زرداری اور وہ ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں۔ معاشی نظام وہ ہے جس میں سود کے ذریعے قوم کو جکڑا جاتا ہے۔ آئی ایم ایف، ورلڈ بینک اور دیگر عالمی مالیاتی اداروں سے قرض حاصل کیے جاتے ہیں۔ لوٹ کھسوٹ جاری ہے۔ قرضوں کے سود کی ادائی کے لئے مزید سود لئے جاتے ہیں۔

معاشرتی نظام میں مغرب کے ایجنڈے کی تکمیل کے لئے عوامی اداروں میں خواتین کو کوٹا مخصوص کیا جاتا ہے، تاکہ انہیں گھر سے نکالا جائے۔ مردوں کے تعلیمی اداروں میں خواتین اور خواتین کے تعلیمی اداروں میں مردوں کو رکھا جاتا ہے تاکہ مخلوط معاشرہ جس کی اسلام نے نفی کی ہے وہ قائم کیا جا سکے، تاکہ اس کے نتیجے میں عریانی وفحاشی عام ہو، اتنی عام کہ کمسن بچوں اور بچیوں کے ساتھ جنسی تشدد میں کوئی روک نہ رہے۔ ایک باشعور مسلمان نہ تو کبھی سیکولر جمہوریت کی تائید کرے گا، نہ مارشل لا اور فوجی حکومت کی۔ اس کی بجائے اس کی آرزو اسلام کے عادلانہ نظام خلافت کے قیام کی ہوتی ہے۔ افسوس کہ بحیثیت مجموعی آج ہم اس نظام خلافت کو بھول چکے ہیں جس میں خلیفۃ المومنین واقعتاً عوام کا خادم ہوتا ہے۔ محض نعرے کی حد تک نہیں اور نہ خادم اعلیٰ کے نمائشی منصب حد تک۔ خلافت کا وہ نظام جس میں وہ اصلاحات نافذ کی گئیں جس کو دنیا آج بھی عمر لاز کے نام سے اختیار کئے ہوئے ہے۔ جس کا خلیفہ قحط کے زمانے میں اچھا کھانا چھوڑ دیتا ہے کیونکہ عوام کو کھانا میسر نہیں۔ جس کا کہنا ہے کہ اگر فرات کے کنارے ایک کتا بھی بھوکا مر جاتا ہے تو اس کی جواب دہی اس سے ہوگی۔

آج لاشوں کی سیاست جاری ہے۔ کراچی میں روزانہ کتنے ہی لوگ ٹارگٹ کلنگ کے ذریعے مارے جاتے ہیں۔ لسانی بنیادوں پر بھی اور مذہبی فرقہ واریت کی بنیادوں پر بھی ع کیا امامان سیاست کیا کلیسا کے شیوخ۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ اس کی جواب دہی مجھ پر ہوگی۔ ایسا لگتا ہے کہ ان امامان سیاست اور کلیسا کے شیوخ نے اپنے مخالفین کے لئے کوئی gentlemen agreement کر رکھا ہے کہ ہم تمہارے لوگوں کو ماریں اور تم ہمارے لوگوں کو مار، تاکہ وہ اس ظلم کے خلاف آواز اٹھانے کے لئے ہم سے رجوع کریں اور ہمارا ووٹ بینک بڑھتا رہے۔

ایران کا نمائندہ جب حضرت عمر فاروق ؓ کو اپنے کوڑے کو سر کے نیچے رکھے جھاڑیوں کے سائے میں استراحت کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ عمر! تم لوگوں کے ساتھ انصاف کرتے ہو لہٰذا تمہیں کسی کا خوف نہیں اور ہمارے حکمران لوگوں کے ساتھ ظلم کرتے ہیں، لہٰذا وہ اپنے مضبوط قلعوں میں بھی موت کے خوف سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ آج ان جمہوریت کے علمبرداروں کا بھی یہی حال ہے۔ وہی خلیفہ جس کے سامنے ایک شخص کھڑا ہوتا ہے کہ ہم نہ تمہاری بات سنیں گے نہ مانیں گے جب تک تم یہ نہ بتا دو کہ جتنا کپڑا لوگوں کو بیت المال سے ملا تھا، اس میں تم جیسے طویل القامت کا کرتا کیسے بن گیا۔ کیا جمہوری نظام میں ایسی اظہار رائے کی آزادی ممکن ہے؟

اسلام کے نظام عدل خلافت کی تمام تر خوبیوں کے باوجود ہمیں نظام خلافت کی بات کرنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اگر کوئی کرے گا تو اسے غدار قرار دے دیا جاتا ہے، اس آئین کے خلاف جسے متعدد بار پامال کیا گیا لیکن آج تک ان پامال کرنے والوں میں سے کسی کے خلاف غداری کا مقدمہ قائم نہیں کیا۔ اور اب جب پرویز مشرف کے خلاف ایسا کیا گیا ہے تو یہ مقدمہ حکمرانوں کے گلے میں اٹکا ہوا ہے جسے نہ اگلا جا سکتا ہے اور نہ نگلا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس مولانا صوفی محمد اب تک پس دیوار زنداں ہیں، کیونکہ انہوں نے بے خدا سیکولر جمہوریت کو کفر قرار دیا تھا۔ یہ ہے جمہوری نظام کا نظام عدل۔ جس میں حکمرانوں کو مقدمات سے استثناء حاصل ہوتا ہے۔ جبکہ نظام خلافت میں کسی خلیفہ کو بھی یہ رعایت حاصل نہیں ہوتا۔ بہر حال عوام کے نام پر عوام کے خلاف یہ دھوکہ جاری رہے گا تا آنکہ اللہ تعالیٰ کسی فرعون کے لئے کوئی موسیٰ نہ پیدا کر دے اور یہ ہو کر رہے گا۔ ان شاءاللہ

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ تنظیم اسلامی ملتان شمالی کے رفیق عبداللہ قادری کی پھوپھی جان بقضائے الٰہی وفات پا گئیں

☆ تنظیم اسلامی ملتان غربی کے رفیق فاروق احمد کی بہن انتقال کر گئیں۔

☆ تنظیم اسلامی بہاولپور کے نقیب رضا حسن کے ہم زلف بقضائے الٰہی وفات پا گئے

☆ تنظیم اسلامی گل گشت کے نقیب انیس الرحمٰن کے والد محترم بقضائے الٰہی وفات پا گئے

☆ محمود بوٹا گجر کی بھانجی وفات پا گئیں

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- ازروئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھایئے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I،II،III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 35869501-3
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

بوسیدہ ملبوس اتارنے کے دن

اوریا مقبول جان
theharferaz@yahoo.com

دنیا میں زندہ قومیں آئین کی غلام نہیں ہوتیں بلکہ آئین ان کی خواہشات، امنگوں اور آرزوؤں کا غلام ہوتا ہے۔ ان کی امنگیں اور آرزوئیں بدلتی ہیں تو وہ اس میثاق کی کتاب کو بھی بدل دیتے ہیں۔ ایسی قوموں کو اگر یہ یقین ہو جائے کہ ان کے ملک کی سیاسی قیادت مفادات کی گروی ہے اور عوام پر مخصوص طبقات کی حکمرانی ہی اس دستاویز کا مقصد ہے تو پھر وہ ایسے نمائندوں سے آئین تحریر کرنے کا حق بھی چھین لیتے ہیں۔

یہ سب ایک خواب نہیں ہے، بلکہ دنیا کے ایک مہذب ترین ملک نے اسے حقیقت بنا کر دکھایا ہے۔ یہ ملک ایسا نہیں جہاں کوئی خونی انقلاب آیا ہو۔ یہ کسی فوجی آمر کے برسرِ اقتدار آنے کی کہانی بھی نہیں، بلکہ یہ تو سودی نظام بینکاری میں جکڑے ہوئے ایک جمہوری ملک آئس لینڈ کی صرف پانچ سال پرانی داستان ہے۔ ایک ایسا قصہ جسے فرسودہ جمہوریت اور کارپوریٹ سودی نظام میں جکڑی انتخابی سیاست کا غلام میڈیا بیان نہیں کرتا۔

یہ تو چند سال پہلے کی بات ہے جب 2008 میں دنیا بھر میں سودی بینکاری نظام اپنے فراڈ اور جھوٹی کاغذی کرنسی کی وجہ سے ڈوبنے لگا تو امریکا سے لے کر یورپ کے ہر بڑے معاشی ہیڈ کوارٹر پر دھرنے اور ہنگامے شروع ہو گئے۔ بینکوں نے اپنی ساکھ اور عمارت بچانے کے لیے سود کی شرح صفر کے قریب کر لی۔ لیکن آئس لینڈ ایک ایسا ملک ہے جہاں ہنگامے اور دھرنے اس قدر زور پکڑے کہ منتخب حکومت کو مستعفی ہونا پڑا۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ پوری قوم کو ایک عوامی پارلیمنٹ تصور کرتے ہوئے ایسے تیس (30) غیر سیاسی لوگوں کو منتخب کیا گیا جو ملک میں علم اور تجربے کی وجہ سے شہرت رکھتے تھے۔ ان تیس افراد کو کہا گیا کہ تم ہمارے ملک کا ایک نیا آئین تحریر کرو، جو ان تمام غلاظتوں اور جتھ بندیوں سے پاک ہو۔ ایسی خرابیاں جو کارپوریٹ سرمائے سے پیدا ہوتی ہیں۔

کسی بھی جمہوری ملک میں عوام کے دھرنے سے اس طرح کی تبدیلی کی یہ واحد مثال ہے۔ اسی لیے دنیا بھر کی خوفزدہ کارپوریٹ کلچر کی گروی جمہوریتوں نے اپنے ملکوں کے میڈیا پر اس کی خبر تک نہ آنے دی۔ وجہ یہ ہے کہ میڈیا کو کارپوریٹ سرمایہ کنٹرول کرتا ہے اور کارپوریٹ سرمایہ سودی بینکاری کے فراڈ سے جنم لیتا ہے۔ یہ ہنگامہ اکتوبر 2008ء سے لے کر 2010ء میں آئین کے از سرِ نو تحریر کرنے تک چلتا رہا لیکن سی این این جیسے عالمی چینل پر بھی اسے ایک معمولی خبر کے طور دکھایا گیا۔ پورے امریکا میں اس خبر کا بائیکاٹ کیا گیا۔ لیکن عوامی احتجاج کے ذریعے ایک جمہوری لیکن بددیانت حکومت کے خاتمے پر لوگ سوشل میڈیا پر متحرک رہے اور اس پورے انقلاب پر ایک ڈاکومنٹری بھی بن چکی ہے جس کا نام ہے۔ (Pots Pans & other solutions)

انقلاب کی یہ کہانی دلچسپ بھی ہے اور حیرت انگیز بھی۔ 18 اکتوبر 2008 کی سرد دوپہر ملک کی معاشی بدحالی اور سیاسی نااہلی کے خلاف ایک شخص Hordur اپنا گٹار اور مائیکروفون لے کر ایک مرکزی چوراہے پر جا کر کھڑا ہو گیا اور لوگوں کو بلا بلا کر حکومت کے خلاف بولنے کے لیے بلانے لگا۔ ایک ہفتے میں وہاں ایک ہجوم جمع ہونا شروع ہو گیا۔ پھر انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ہر ہفتے یہاں جمع ہوں گے اور حکومت سے مستعفی ہونے کا مطالبہ کریں گے اور یہ احتجاج اس وقت تک جاری رہے گا جب تک حکومت چلی نہیں جاتی۔

20 جنوری 2009 تک مظاہرے بڑھ گئے اور ہنگامے شروع ہو گئے۔ اس دن پولیس نے ان پر کالی مرچوں کا سپرے کیا، لاٹھی چارج کیا اور پارلیمنٹ کی عمارت کے سامنے سے 20 لوگوں کو گرفتار کر لیا۔ ہنگامے زور پکڑے، پارلیمنٹ کی کھڑکیاں توڑ دی گئیں۔ دھواں پھیلانے والے بم پارلیمنٹ کی کھڑکیوں سے پھینکے گئے۔ وزیراعظم کی کار پر 21 جنوری کو خالی ڈبوں، انڈوں اور برف کے گولوں سے حملہ کیا گیا۔ ہجوم نے تمام سرکاری عمارتوں کا گھیراؤ کر لیا۔ 22 جنوری کو پولیس نے آنسو گیس کا بے دریغ استعمال کیا۔

آئس لینڈ کی تاریخ میں ایسا 60 سال بعد ہوا، پہلے آنسو گیس 1949ء میں استعمال ہوئی جب لوگ نیٹو کے خلاف سڑکوں پر نکلے تھے۔ ہجوم نے دھرنا جاری رکھا اور سرکاری عمارتوں پر پتھراؤ شروع کر دیا۔ 23 جنوری کو وزیراعظم (Geir Haardelthat) نے 25 اپریل کو وقت سے پہلے مڈٹرم الیکشن کا اعلان کر دیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ وہ سیاست سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے۔ لیکن عوام نے کہا کہ ہم اس آئین اور اس سسٹم کے تحت الیکشن نہیں مانتے۔ ہمیں ایک نئے آئین کی ضرورت ہے۔

عوام کے مطالبے پر 26 جنوری کو وزیراعظم نے استعفا دے دیا اور تمام سیاسی پارٹیاں اس پر متفق ہو گئیں کہ ہمیں ایک نیا آئین مرتب کرنا ہوگا۔ وہ پارٹیاں جو سب سے کم نمائندگی رکھتی تھیں ان کو ملا کر ایک نگران حکومت بنائی گئی۔ انھوں نے عوام کے مطالبے پر فیصلہ کیا کہ تمام عوام کو آئین بنانے میں شریک کیا جائے۔ پورے ملک سے 1500 لوگوں کو بلایا گیا جسے عوامی پارلیمنٹ کہا گیا۔ یہ لوگ مختلف شعبہ ہائے زندگی کے سرکردہ لوگ تھے۔ ان لوگوں میں سے 25 لوگوں کو آئین تحریر کرنے کے لیے منتخب کیا گیا۔ اس انتخاب کے خلاف پرانی وضع اور فرسودہ جمہوری نظام کے دیوانے سپریم کورٹ میں چلے گئے۔

> بوسیدہ کپڑے اتارے نہ جائیں تو ان کی بدبو اور غلاظت سے بدن میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ ہمارا جمہوری اور آئینی نظام بھی وہ بوسیدہ ملبوس ہے جو چند طبقات کا تحفظ کرتا ہے۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ کیا ہم ایک خارش زدہ جسم کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں یا صحت مند معاشرے کی طرح

سپریم کورٹ نے 26 اکتوبر 2010 میں ہونے والے یہ غیر سیاسی الیکشن غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دے دیے۔ لیکن پارلیمنٹ ڈٹ گئی۔ انھوں نے کہا کہ جو عدلیہ عوام کی امنگوں، آرزو اور خواہشات کے مطابق نہ ہو، اس کے فیصلے نافذ العمل نہیں۔ آئین تحریر کیا گیا۔ پرانا آئین مسترد ہوا اور 29 جولائی 2011 کو اس کا ڈرافٹ پارلیمنٹ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے اس معاشی بدحالی کے ذمے دار وزیر اعظم کو سزا دینے کے لیے ایک خصوصی ٹریبونل قائم کیا اور اپنے وزیر اعظم کو وہاں مجرم کے طور پر کھڑا کر دیا۔

اس انقلاب میں نہ کوئی خون بہا اور نہ ہی قتل وغارت ہوئی، لیکن پورے ملک کا آئینی، قانونی اور انتظامی ڈھانچہ تبدیل ہو گیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ لوگ جنھوں نے پارلیمنٹ کو گھیرا تھا ان کی تعداد تین ہزار سے پانچ ہزار تک تھی۔ لیکن کسی نے یہ سوال تک نہ کیا کہ یہ پوری قوم کے جذبات کی ترجمانی نہیں کرتے۔ کسی نے یہ جملہ بھی نہ بولا کہ یہ لوگ جمہوریت کو پٹڑی سے اکھاڑنا چاہتے ہیں۔ اس لیے کہ سب سیاستدانوں کو اس حقیقت کا ادراک تھا، کہ عوام کے تمام مطالبات درست ہیں۔

پوری قوم ایک ایسے آئین اور ایسے جمہوری نظام کی غلام ہو چکی ہے جو کارپوریٹ سرمائے اور سودی بینکاری کے شکنجوں میں جکڑا ہوا ہے۔ ان بینکوں نے پوری قوم کو ایک نہ ختم ہونے والے سودی قرضے میں جکڑا اور اسی سرمائے سے سیاسی پارٹیوں کو اپنے مفادات کا تابع بنایا۔ لوگوں نے اس محکوم سیاسی نظام کو جڑ سے اکھاڑ پھینک دیا۔ کیا ہمارا سیاسی جمہوری نظام بھی چند طبقات اور چند آئینی شقوں کا غلام نہیں ہے؟

آپ آج ریفرنڈم کرائیں کہ اس نظام سے اگلے سو سال میں بھی کسی صاحبِ علم، اہل اور عام آدمی کو راستہ مل سکتا ہے تو اکثریت کا جواب نفی میں ہوگا۔ قومیں ارتقائی منازل سے گزرتی ہیں تو اپنے میثاق بھی بدلتی ہیں اور اپنے قانون بھی۔ بوسیدہ کپڑے اتارے نہ جائیں تو ان کی بدبو اور غلاظت سے بدن میں کیڑے پڑ جاتے ہیں۔ ہمارا جمہوری اور آئینی نظام بھی وہ بوسیدہ ملبوس ہے جو چند طبقات کا تحفظ کرتا ہے۔ ہمیں فیصلہ کرنا ہے کہ کیا ہم ایک خارش زدہ جسم کے ساتھ زندہ رہنا چاہتے ہیں یا صحت مند معاشرے کی طرح۔

☆☆☆☆☆

ہماری روحیں بکاؤ مال نہیں!

ضمیر اختر خان
zamirakhtarkhan@yahoo.com

دنیا پرستوں نے ہر دور میں اللہ والوں کو خریدنے کی کوشش کی ہے۔ خود نبی ﷺ کو کارِ رسالت سے باز رکھنے کے لیے کفار مکہ نے ایک بار بظاہر بڑی پیش کش کی تھی جس میں زن، زر اور زمین (اقتدار) تک سب کچھ شامل تھا، لیکن آپ نے وہ تاریخ ساز جملہ ارشاد فرمایا کہ "اگر تم میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے ہاتھ پر چاند رکھ دو تو بھی میں اپنے مشن سے باز آنے والا نہیں ہوں" آپؐ نے اس پیش کش کو مسترد کر دیا تھا۔ اہل ایمان میں سے کچھ لوگ کبھی کبھی باطل کی ظاہری چمک دمک سے متاثر بھی ہو جاتے تھے جیسے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں میں سے بعض نے قارون کی بے تحاشا دولت کو دیکھ کر بے ساختہ کہہ دیا تھا: ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ (القصص:79) "کاش! ہمیں بھی وہی کچھ حاصل ہوتا جو قارون کو حاصل ہے۔ بے شک وہ بڑا ہی نصیبہ ور ہے۔" لیکن ہماری تاریخ میں ایسی بھی تابناک مثالیں ملتی ہیں جہاں پر خریداری کی اس طرح کی پیش کشوں کو پائے حقارت سے ٹھکرا دیا گیا۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تاریخ کا ایک مشہور واقعہ ہے جو سورۃ التوبۃ:118 میں تین مخلص صحابہ رضی اللہ عنہم کے حوالہ سے بیان ہوا ہے۔ یہ غزوۂ تبوک میں باوجود کوشش کے شریک نہیں ہو سکے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے۔ واپسی پر نبی ﷺ نے ان سے نہ صرف یہ کہ باز پرس کی بلکہ پچاس دن تک ان کا مقاطعہ بھی کیا۔ یہاں تک کہ اللہ نے ان کی برأت کا اعلان فرمایا۔ ان تین مخلصین میں سے ایک کعب بن مالک رضی اللہ عنہ ہیں جنھوں نے اپنا قصہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں بازار سے گزر رہا تھا کہ شام کے نبطیوں میں سے ایک شخص مجھے ملا اور اس نے شاہ غسان کا خط حریر میں لپٹا ہوا مجھے دیا۔ میں نے کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا کہ "ہم نے سنا ہے کہ تمہارے صاحب (مراد نبی ﷺ ہیں) نے تم پر ستم توڑ رکھا ہے، تم کوئی ذلیل آدمی نہیں ہو، نہ اس لائق ہو کہ تمہیں ضائع کیا جائے، ہمارے پاس آ جاؤ، ہم تمہاری قدر کریں گے"۔ کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی وقت اس خط کو چولھے میں جھونک دیا۔ گویا خریداری کی پیش کش کو مسترد کر دیا۔

یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ پہلے اہل ایمان اس طرح کی چالاکیوں کو ایمانی طاقت سے ٹھکراتے تھے اور اب بھی ایمانی غیرت وحمیت ہی اس طرح کے جھانسوں سے اہل ایمان کو بچا سکتی ہے۔ کچھ ہی عرصہ پہلے منظر عام پر آنے والی اپنی کتاب میں ایک سابق فوجی جرنیل نے انکشافات کیے ہیں کہ مغربی کس طرح ہمارے باصلاحیت لوگوں کو جو ان کے اداروں میں تعلیم وتربیت کی غرض سے جاتے ہیں، پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے اس دام ہم رنگ زمیں سے وہی بچ سکتے ہیں جن کے اندر ایمانی جذبہ اور اللہ کا ڈر ہو، ورنہ اس چکنی راہ پہ بڑے بڑوں کے پاؤں پھسل جاتے ہیں۔ جرنیل صاحب نے اپنے ساتھ ہونے والی وارداتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ امریکی فوج اور خفیہ اداروں نے تین مرتبہ ان کی وفاداریاں خریدنے کی کوشش کی۔ کتاب کے صفحہ 102 پر لکھتے ہیں: "کمپنی کمانڈر کورس کرنے سات ماہ کے لیے Fort Benning گئے تو امریکی فوج کے ایک افسر نے پیش کش کی کہ تم اسی رینک اور سروس کے ساتھ امریکی فوج میں شامل ہو سکتے ہو"۔ کچھ عرصے بعد ایک اور کورس کے لیے دوبارہ امریکہ جانا ہوا تو پھر اسی طرح کی پیش کش کا سامنا کرنا پڑا۔ آخری بولی یہ لگائی گئی کہ اپنے ملک اسلامی جمہوریہ پاکستان میں رہتے ہوئے بھی امریکہ کی خدمت کر

سکوتو وہ بھی منظور ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ جرنیل موصوف نیلام ہوتے ہوتے بچ گئے۔

یاد آیا اسی طرح کے ایک Sale point کا اہتمام مملکت خداداد کے پہلے وزیر اعظم کے لیے بھی کیا گیا تھا۔ اہل پاکستان کے لیے پہلے وزیر اعظم لیاقت خان مرحوم کے اس واقعہ کا حوالہ یہ بتانے کے لیے دیا جا رہا ہے کہ عالمی ساہوکار اب بھی کوشش کرتے ہیں کہ باصلاحیت اور اعلیٰ مناصب پر فائز لوگوں کو خرید کر ان کو اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کریں۔ ایک روایت کے مطابق مرحوم لیاقت علی خان جب امریکہ کا دورہ کر رہے تھے تو وہاں پر یہودیوں نے ایک بڑے استقبالیہ میں ان سے کہا کہ اگر آپ اسرائیل کو تسلیم کرلیں تو ہم آپ کو یہ یہ مراعات دیں گے۔ اس پر لیاقت علی خان نے جواباً کہا: Gentlemen! Our souls are not for sale یعنی حضرات! ہماری روحیں بکاؤ مال نہیں ہیں۔ لیکن 1956ء میں جب دستوری سطح پر پاکستان میں اسلام کی طرف کچھ پیش رفت کا امکان پیدا ہو رہا تھا تو عالمی خریدار حرکت میں آئے اور ہمارے فیلڈ مارشل محمد ایوب خان کو بلا کر بھاؤ تاؤ کیا گیا۔ نتیجتاً دستور ساز اسمبلی کی بساط ہی لپیٹ دی گئی۔ اس کے بعد تو ہم بہت سستے بکتے رہے اور نوبت بایں جا رسید کہ خود امریکیوں نے یہ کہا کہ پاکستانی ڈالروں کے عوض اپنی ماؤں کو بھی بیچ سکتے ہیں۔ بیٹوں کو بیچنے کا کارنامہ تو ہم سرانجام دے چکے ہیں۔ قوم کی بیٹی ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو جس کی رہائی کی شرط پر داعش نے امریکی خاتون کو رہا کرنے کا اعلان کیا ہے کس جرم کی پاداش میں امریکیوں کے حوالے کیا گیا؟ کیا ڈالروں کے علاوہ کوئی اور مقصد بھی تھا؟

انگریز کی غلامی کے دوران احساس کمتری کی جو بیماری ہمیں لگی تھی، وہ آزادی کے بعد بھی برقرار ہے۔ ہمارے ہاں اعلیٰ عہدوں پر ترقی پانے کے لیے امریکہ، برطانیہ یا کسی دوسرے مغربی ملک سے تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے۔ عسکری قیادت ہو یا سول سروسز کا اعلیٰ منصب اسی شخص کو ملتا ہے جو مغرب کی یاترا کر چکا ہو۔ وہاں تربیت کے دوران ہر ایک کی صلاحیت کے مطابق قیمت طے کی جاتی ہے۔ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ ہم غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے فیصلہ کریں کہ تعلیم وتربیت کے لیے چاہے وہ عسکری ہو یا سول سروسز کی ہو، اپنے اداروں پر انحصار کریں گے۔ اپنے تعلیمی وتربیتی اداروں کے معیار کو بہتر بنائیں گے۔ اللہ کے فضل وکرم سے ہمارے پاس سٹاف کالجز، NDU اور دیگر ادارے ہیں۔ ان سب کے ہوتے ہوئے اپنے باصلاحیت لوگوں کو عالمی ساہوکاروں/خریداروں کے رحم وکرم پر چھوڑنا اپنا ہی نقصان کرنا ہے۔ جب تک ہم اپنے لوگوں میں پختہ ایمان اور نبی ﷺ کی سیرت کے سانچے میں ڈھالنے کا کام نہیں کرتے اس وقت تک خرید وفروخت کا یہ سلسلہ چلتا رہے گا اور ملک وقوم کو چرکے لگتے رہیں گے۔ ضرورت ہے کہ ہم اپنے اللہ پر بھروسا کریں اور اپنے ملک کے ساتھ وفاداری کریں اور اسے اسلام کا قلعہ بنانے کی کوشش کریں۔ پھر کوئی ہمیں خرید سکے گا اور نہ نقصان ہی پہنچا سکے گا۔ جو اللہ کے بن جائیں اللہ ان کا ہو جاتا ہے۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اہل ایمان کو جو اس کے دین کے مددگار بن جائیں کفار کے ہاتھوں ذلیل وخوار نہیں ہونے دے گا۔

بقیہ: خطاب جمعہ

جمعہ کی اصل حکمت قرآن کے پیغام کی تذکیر و یاد دہانی ہے۔ قرآن کے انقلابی فکر کی بنیاد ایمان ہے۔ لہٰذا وہ ایمان کو تازہ کرتا ہے۔

اللہ پر ایمان کا ایک درجہ یہ بھی ہے کہ ہم زبان سے کہیں ''اللہ اکبر'' یعنی اللہ سب سے بڑا ہے۔ ایک اور درجہ یہ ہے کہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عملاً اللہ کو بڑا مانیں۔ اُس کے عطا کردہ دستور شریعت کو حکم بنائیں، فیصلہ کن حیثیت دیں۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی جدوجہد اسی رخ پر تھی۔ اقبال نے کہا تھا۔

الفاظ و معانی میں تفاوت نہیں لیکن
ملا کی اذاں اور ہے مجاہد کی اذاں اور

اور انہوں نے یہ بھی کہا تھا ؎

ملا کو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

مسجدیں تو انگریز کی چھاؤنیوں کے اندر بھی بنا دی جاتی تھیں۔ اور اُن میں مسلمان نماز پڑھ لیتے تھے۔ لیکن بڑا تو انگریز کو مانا ہوا تھا۔ نظام تو اس کا چل رہا تھا، اور آج بھی وہی نظام رائج ہے۔ حقیقی معنی میں ''اللہ اکبر'' کیا ہے؟ یہ کہ رب کی دھرتی پر رب کا نظام قائم وغالب کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ اگر دین غالب وقائم ہے تو اس کا تحفظ کیا جائے؟ غلبۂ دین کی انقلابی جدوجہد کے لیے بنیادی شے ایمان ہے۔ ظاہر ہے، جب اللہ کے دین کو غالب اور قائم کرنے کی بات آتی ہے تو جان ومال کی قربانی کا تقاضا ہوتا ہے۔ یہ تقاضا تب ہی پورا کیا جا سکتا ہے کہ جب اللہ پر گہرا یقین ہو۔ اگر ایمان یقین قلبی والا نہیں ہوگا تو پھر آدمی قربانی کے لیے آمادہ نہ ہوگا۔ اگر ہوا بھی تو جذبہ محرکہ کوئی اور ہوگا۔ مثلاً یہ کہ مجھے حکومت واختیار مل جائے، کوئی پوزیشن مل جائے، میری شہرت ہو جائے۔ حقیقی ایمان کے بغیر جدوجہد کے مقاصد اسی طرح کے ہوں گے۔ یقین قلبی والا ایمان کہاں سے آئے گا؟ اس کا ذریعہ بھی یہ قرآن ہے۔ قرآن مجید ہی منبع ایمان و سرچشمہ یقین ہے۔ اس کے ساتھ جڑیں گے، اس کو پڑھیں گے، اس کو سمجھیں گے، اس میں غور کریں گے تو ایمان میں اضافہ ہوگا۔ اور ایمان حقیقی ہی وہ شے ہے جو آدمی کو آمادہ عمل کرتی ہے۔

آج کی نشست میں سورۃ الجمعہ کے حوالے سے تمہیدی گفتگو ہوئی ہے۔ اگلے جمعہ ہم ان شاء اللہ اس سورت کے باقاعدہ مطالعے کا آغاز کریں گے۔

کے انٹر ... اور ... ﷺ یشن
اسلامی کی ... www.tanzeem.org ... ملاحظہ ...

کیا ہم حقیقی طور پر آزاد ہو چکے ہیں؟

شازیہ اسرائیل چودھری
shazia.israil@yahoo.com

پاکستان ایک ایٹمی نیوکلیئر طاقت ہے اور دنیا کے ایک ایسے خطے میں واقع ہے جو آب وہوا، موسمی اور جغرافیائی لحاظ سے مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کا صوبہ پنجاب زرعی پیداوار کے لحاظ سے دنیا میں ثانی نہیں رکھتا، سندھ ساحل سمندر اور قدیم تہذیبوں کا مرکز ہونے کے ناتے مثال اپنی مثال آپ ہے۔ صوبہ خیبر پختونخوا اپنی خوبصورت وادیوں اور قدرتی مناظر کی بدولت سوئٹزر لینڈ سے کم نہیں ہے۔ اسی طرح صوبہ بلوچستان قیمتی معدنیات اور گیس کے ذخائر کی وجہ سے مشہور ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دریاؤں، وادیوں اور قدرت کی بے شمار نعمتوں سے مالا مال اس خوبصورت ملک کی بنیاد کلمہ طیبہ لا الہٰ الا اللہ محمد رسول اللہ پر رکھی گئی۔

ان تمام انمول نعمتوں کی شکر گزاری کے طور چاہیے تھا کہ پاکستان کے مقتدر حلقے، سیاسی قائدین اور بااختیار طبقے ملکی ترقی، خوشحالی اور استحکام کے لیے مل کر جدوجہد کرتے، باہمی اتحاد واتفاق اور یکجہتی سے دشمنان پاکستان کے عزائم کو خاک میں ملاتے ہوئے روشن مستقبل کو سنوارنے کی منصوبہ بندی کی جاتی جس سے یہ ملک ترقی و خوشحالی کے اس مقام پر پہنچ جاتا کہ جدید دنیا میں اس کی مثال نہ ملتی۔ مگر افسوس کہ خدا کی عطا کردہ تمام نعمتوں کی اس سرزمین پر آج انسانیت سب سے زیادہ استحصال کا شکار ہے۔ بھوک، افلاس اور غربت سے تنگ شہری اپنے بچوں سمیت دریاؤں میں کود رہے ہیں۔ مائیں اپنے جگر گوشوں کا گلا گھونٹ رہی ہیں۔ خودکشیوں، خودسوزیوں کے ذریعے فاقہ زدہ بستیوں میں موت کا رقص جاری ہے۔ ہم اس خوش قسمت ملک کے بدقسمت شہری ہیں جہاں انصاف نام کی کوئی چیز سرے موجود نہیں ہے۔ جہاں قانون صرف کتابوں تک محدود ہے۔ اگر کہیں قانون کا نفاذ عمل میں آتا ہے تو صرف مجبور ولاچار عوام کے لیے۔ صورتحال نہایت دگرگوں ہے جبکہ ملک کے مقتدر حلقوں کی جانب سے صرف دعوے ہیں اور دعوؤں کے پس پردہ ذاتی مفادات کی دوڑ ہے۔ نت نئے طریقوں سے ملک کو قوم کو لوٹنے کے ڈھونگ رچائے جا رہے ہیں۔ بالادست طبقہ کی حد سے بڑھی ہوئی خودغرضی اور مفاد پرستی سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے پاکستان کے دشمن عناصر اپنے مکروہ ایجنڈے پر عمل پیرا ہو کر ملک میں انارکی اور افراتفری پھیلانے میں مصروف ہیں۔ ایسی صورتحال میں جبکہ خطہ میں شیطانی تکون (انڈیا، اسرائیل اور امریکہ) کی دجالی سازشیں اور مکروہ عزائم بے نقاب ہو چکے ہیں، چاہیے تو یہ تھا کہ پاکستان کی مقتدر قوتیں دشمن کے مکروہ ایجنڈے کے توڑ کے لیے نہ صرف پاکستان میں بلکہ پورے جنوبی ایشیا میں مسلم اتحاد و یکجہتی کی فضاء قائم کرنے کے لیے اپنا بنیادی رول ادا کرتیں، بجائے اس کے یہی قوتیں پاکستان میں سیاسی جماعتوں کو لڑانے، نسلی فسادات کو اُبھارنے، علاقائی، لسانی تعصبات اور فرقہ واریت کو ہوا دینے میں اپنے وسائل صرف کر رہی ہیں۔

> ایک حقیقی انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنی نیتوں کو درست کیا جائے۔ سسٹم کے خلاف لڑنا ہے تو سسٹم کے متعلق عوامی شعور کو اُجاگر کرنا ہوگا

ان حالات میں جبکہ اندرونی اور بیرونی سازشوں کی بدولت ملکی سلامتی داؤ پر لگ چکی ہے اور شہری اپنے حقوق کے لیے خودسوزیوں پر مجبور ہیں حتیٰ کہ پورے پورے خاندان اجتماعی خودکشی کا مظاہرہ کر رہے ہیں ہمیں واقعی انقلاب کی اشد ضرورت ہے۔ ایسا انقلاب جو ملک کی قسمت بدل دے۔ ایسا نظام حکومت قائم ہو، جو عوامی فلاح کا ضامن ہو، جو ظلم و استبداد سے عوام کو چھٹکارا دلائے۔ لیکن افسوس کہ ایسا حقیقی انقلاب کہیں نظر نہیں آ رہا۔ یہاں سب مفادات کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ ہیرو بننے کی دوڑ جاری ہے۔ انقلاب کے نام پر عوام کے جذبات کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے۔ عوامی مجبوریوں سے فائدہ اُٹھایا جا رہا ہے۔ انہیں اپنے اشاروں پر نچایا جا رہا ہے۔ ان کے حقوق کا نعرہ لگا کر انہیں کمزور سے کمزور تر بنایا جا رہا ہے۔ ایک حقیقی انقلاب کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے اپنی نیتوں کو درست کیا جائے۔ ظلم سے نجات دلانا ہے تو عوام کے اندر رہ کر عوام کے ساتھ مل کر جدوجہد کرنا ہوگی۔ سسٹم کے خلاف لڑنا ہے تو سسٹم کے متعلق عوامی شعور کو اُجاگر کرنا ہوگا۔

انقلاب کے موجودہ دعوے داروں کے انقلابی جذبات اپنی جگہ لیکن زمینی حقائق ان کے قول و فعل سے متصادم ہیں۔ لہٰذا اپنی اصلاح کیجئے۔ عوام الناس کو گمراہ کرنے کی بجائے اپنا محاسبہ کیجیے۔ یاد رکھیے کہ یہ پاکستان کے اٹھارہ کروڑ عوام کا معاملہ ہے، صرف منہاج القرآن کے کارکنوں کا نہیں۔ پوری قوم ہی انقلابی جدوجہد کے لیے تیار ہے۔ اگر قومی نمائندگی کرنی ہے تو مسلک، مکتب کو پس پشت ڈال کر قومی تصور کو لے کر انقلابی راہ اپنانی ہوگی۔ اور ایک حقیقی انقلاب تب ہی آ سکتا ہے جب پاکستان کی تمام سیاسی جماعتیں، ریاستی وحکومتی ادارے اور مقتدر حلقے ملکی ترقی اور خوشحالی کے لیے مل کر جدوجہد کریں۔ پالیسی ساز ادارے اپنی اقتصادی، معاشی، تعلیمی پالیسیاں اور سیاسی و مذہبی جماعتیں اپنے انقلابی ایجنڈے کو قرآن وحدیث کی راہنمائی میں ترتیب دیں۔ اسلامی دنیا میں بالعموم اور پاکستان میں بالخصوص عوام میں برداشت، صبر وتحمل، استقامت اور مستقل مزاجی جیسے بہادرانہ جوہر مفقود ہیں جس کی بنیادی وجہ اپنے مذہب کی اصل روح اور اخلاقی اقدار سے دوری اور غیر ملکی ومغربی نظریات کا فروغ ہے۔

حقیقی انقلاب کے لیے اسلامی روح کے مطابق عوام کو تربیت یافتہ بنا کر ایک مہذب اور مستقل مزاج نئی نسل کی تیاری اولین ترجیح ہونی چاہیے اور اس کے لیے پاکستان کے تعلیمی ماہرین کو ابھی سے سر جوڑ کر بیٹھ جانا ہوگا

ہمارے سکول کالجز میں پڑھائے جانے والے نصاب پر ازسرنو نظر ثانی کرنا ہوگی۔ قرآن پاک کی تعلیم کو نرسری لیول سے لے کر یونیورسٹی تک لازمی قرار دینا ہوگا۔ پاکستان میں قائم تمام مدرسہ جات میں یکساں نصاب تعلیم پر عمل درآمد کرنا ہوگا۔ یہی ایک صورت ہے جس کے ذریعے پاکستان میں طبقاتی نظام، ذات پات، فرقہ واریت، انتشار اور افراتفری کا مکمل خاتمہ کر کے قوم میں مکمل ہم آہنگی و یکجہتی کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

جب تک پوری قوم میں نظریاتی ہم آہنگی اور ملی یکجہتی کے جذبات پروان نہیں چڑھتے ملک میں حقیقی انقلاب محض نعروں اور لانگ مارچوں سے نہیں آسکتا۔ اس کے لیے قوم کو پہلے تیار کرنا ہوگا، طبقاتی نظام اور معاشرے میں طبقاتی تقسیم کے خاتمہ اور بین الاقوامی سامراج کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لیے پہلے قوم میں اتحاد و اتفاق کے بیج بونے ہوں گے۔ جب ایک مکمل نظریاتی ہم آہنگی پر مبنی فصل پک کر تیار ہوجائے گی تو یہ قوم حقیقی انقلاب کے ثمرات سے مستفید ہوسکے گی، ورنہ اس طرح کے بے بنیاد اور کھوکھلے انقلاب ملک و قوم میں مزید انتشار اور فساد کا باعث ثابت ہوں گے۔

معمارِ پاکستان نے کہا:

اسلامی اصول آج بھی ہماری زندگی کے لیے اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے قابل عمل تھے۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ لوگوں کا ایک گروہ جان بوجھ کر فتنہ انداز ی سے یہ بات کیوں پھیلانا چاہتا ہے کہ پاکستان کا آئین شریعت کی بنیاد پر مدوّن نہیں کیا جائے گا۔ میں ایسے لوگوں کو جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں' یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو' بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف' ڈر نہیں ہونا چاہیے۔ ہر شخص سے انصاف' رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے...... رسول اللہ ﷺ کی زندگی انتہائی سادہ تھی۔ آپؐ نے جس چیز میں بھی ہاتھ ڈالا' کامیابی نے آپؐ کے قدم چومے۔ تجارت سے لے کر حکمرانی تک' ہر شعبۂ حیات میں آپؐ مکمل طور پر کامیاب رہے۔ رسالت مآبؐ پوری دنیا کی عظیم ترین ہستی ہیں۔ 1300 سال قبل ہی آپؐ نے (اسلامی) جمہوریت کی بنیادیں رکھ دی تھیں۔

(کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب' 25 جنوری 1948ء)

ایک پاکستانی ہوا باز کا خواب

عبدالقادر حسن

ہماری بہن سیدہ حمیرا مودودی نے اپنے جلیل القدر والدین کی یاد میں اپنی چند یادداشتیں قلمبند کی ہیں۔ ان یادوں میں انہوں نے ایک واقعہ کا حوالہ دیا ہے جو ان دنوں اسرائیل کو تسلیم کرنے کے سرکاری ارادوں کو دیکھ کر بہت اہم لگتا ہے۔ ہم مسلمانوں کو معلوم ہے کہ اسرائیل دریائے نیل سے دریائے فرات تک کے علاقے کو اپنی کھوئی ہوئی آبائی سرزمین سمجھتا ہے اور اس کی یاددہانی کے لئے اس نے اپنی پارلیمنٹ کے دروازے پر اسے لکھ بھی دیا ہے۔

سیدہ لکھتی ہیں کہ 1978ء کے دوران میں تعطیلات کے لئے جدہ سے لاہور آئی ہوئی تھی کہ ایک روز مغرب کے بعد پاکستان ایئرفورس کے دو سکواڈرن لیڈر سرگودھا سے ابا جان (مولانا مودودیؒ) سے ملنے آئے۔ ان میں سے ایک صاحب جو دیکھنے میں بہت مضطرب نظر آ رہے تھے، کہنے لگے مولانا میں نے ایک خواب دیکھا ہے اور جب سے دیکھا ہے میں اس قدر بے چین اور بے کل ہوں کہ نہ نیند آتی ہے، نہ بھوک لگتی ہے اور نہ کوئی کام دلجمعی کے ساتھ کر سکتا ہوں۔ وہ خواب یہ ہے کہ میں مدینے گیا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ مدینہ تو پورے کا پورا بمباری سے تباہ ہو چکا ہے۔ نہ مسجد نبویؐ ہے، نہ گنبد خضریٰ ہے، نہ کوئی گھر اور عمارت سلامت ہے۔ اینٹ سے اینٹ بج چکی ہے۔ جب اس مقام پر آتا ہوں جہاں روضہ مبارک ہے تو دیکھتا ہوں کہ آنحضور ﷺ کچی قبر کے باہر کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ کہیں قریب ہی سے بہت سے لوگوں کی باتیں کرنے کی آواز آتی ہے۔ میں اس طرف دیکھتا ہوں تو ایک تہہ خانے میں سیڑھیاں اترتی دکھائی دیتی ہیں۔ میں فوراً نیچے تہہ خانے میں چلا جاتا ہوں۔ ابھی آدھی سیڑھیاں ہی اترا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ چھ سات یہودی صرف جانگئے پہنے بڑے بڑے چھرے ہاتھوں میں لئے انسانی لاشوں کے ٹکڑے کر کے ڈھیر لگا رہے ہیں اور دیواروں پر بھی بے شمار انسانی لاشیں لٹکی ہوئی ہیں، اہل مدینہ کی۔ میں یہ منظر دیکھ کر الٹے پاؤں باہر کی طرف بھاگتا ہوں اور پہنچ کر دیکھتا ہوں کہ آنحضور ﷺ التحیات پڑھ کر سلام پھیر رہے ہیں۔ سلام پھیر کر میری طرف دیکھ کر فرماتے ہیں۔ فکر نہ کرو یہ گوشت بکے گا نہیں۔ اور پھر فوراً ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں بہت ہی بے کل ہوں، اس خواب کی تعبیر کیا ہے۔

اگرچہ ابا جان خوابوں کی دنیا سے تعلق نہیں رکھتے تھے، وہ حقائق کی دنیا اور منطقی اصولوں کو ایمان کے تابع لا کر زندگی بسر کرنے کے داعی تھے لیکن یہ خواب سن کر حیران ہوتے جاتے تھے کہ ایسے خواب تو ولیوں کو بھی نصیب نہیں، اس کلین شیو کو یہ سعادت کہاں سے ملی۔ گویا مستقبل میں ایسے نوجوان ہی ملت کی قیادت کریں گے اور یہی لوگ حرمین کی حفاظت کی ذمہ داری نبھائیں گے۔ ابا جان نے ان نوجوان ہوا بازوں سے کہا "رسول پاک ﷺ" کی حدیث مبارکہ

> حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ "(آخر زمانے میں) ایسے لوگ آئیں گے جو پرندوں کی طرح تیز رفتار اور درندوں کی طرح ظالم ہوں گے۔" یعنی جنگی جہازوں پر سوار ہو کر اپنے ملک سے اڑیں گے اور بڑی بے رحمی سے اپنے مخالفوں کے بچوں اور بوڑھوں، عورتوں اور مخلوق خدا کو تباہ و برباد کر دیں گے

جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ ”جب جنگوں پر جنگیں ہوں گی تو اللہ غیر عرب اقوام میں سے ایک قوم کو اٹھا کر کھڑا کرے گا۔ وہ شہسواری میں عربوں سے بہتر اور اسلحے میں ان سے برتر ہوں گے۔ ان کے ذریعہ اللہ اپنے دین کی مدد کرے گا۔“ پھر کہا کہ یہ خواب اس حدیث کی طرف بھی اشارہ کر رہا ہے جو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ”(آخر زمانے میں) ایسے لوگ آئیں گے جو پرندوں کی طرح تیز رفتار اور درندوں کی طرح ظالم ہوں گے۔“ یعنی آج ہمیں اس کا یہی مطلب سمجھ آتا ہے کہ جنگی جہازوں پر سوار ہو کر اپنے ملک سے اڑیں گے اور بڑی بے رحمی سے اپنے مخالفوں کے بچوں اور بوڑھوں، عورتوں اور مخلوق خدا کو تباہ و برباد کر دیں گے۔ ان کے ہاتھوں نہ جان و مال محفوظ ہوں گے، نہ عزت و آبرو۔ تیسری حدیث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ”اے ابوذرؓ! جس وقت مدینے میں اتنی بھوک ہوگی کہ تو اپنے بستر سے کھڑا ہو کر مسجد تک نہ جا سکے گا، اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جب مدینے میں اتنا قتل ہوگا کہ خون چکنے پہاڑ (احجار الزیت) کو ڈھانپ لے گا۔“ پھر ابا جان نے حدیث دجال سنا کر کہا کہ آپؐ کا خواب اس طرف بھی اشارہ کرتا ہے کہ آئندہ صلیب و ہلال کے معرکوں میں ائیر فورس فیصلہ کن کردار ادا کرے گی۔ اسی لئے اللہ نے یہ خواب ایک جنگی پائلٹ کو دکھایا۔ حرمین الشریفین کی حفاظت اب آپ کی ذمہ داری ہے۔ ایک حدیث کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد انہی علاقوں سے فوج ان کی مدد کو پہنچے گی جو غیر عرب ہوں گے اور اسلحہ اور فن سپہ گری میں ان سے بہتر ہوں گے۔

یہ تعبیر سننے کے بعد جب وہ پائلٹ پرسکون ہو کر جانے لگے تو ابا جان نے بیماری اور نقاہت کے باوجود کھڑے ہو کر ان سے الوداعی مصافحہ کیا اور اصرار کر کے انہیں اپنے کمرے کے دروازے تک رخصت کرنے آئے اور کہا کہ آپ نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ اس لئے آپ بھی تکریم کے لائق ہیں۔ اب آپ اپنی بے کلی اور بے چینی جو مجھے دے کر جا رہے ہیں نہ جانے میں کب تک اس کیفیت میں مبتلا رہوں گا۔ اس روز جب ابا جان کھانے پر اندرون خانہ آئے تو ان کے چہرے پر خلاف معمول شدید اضطراب تھا۔ انہوں نے یہ خواب اور اپنے تاثرات بیان کئے تو ہم دہشت زدہ ہو کر رہ گئے۔“

آج کے حالات ہم سب کے سامنے ہیں کچھ مزید عرض کرنے اور اس تحریر میں اضافے کی ضرورت نہیں۔ اقبال کا ایک مصرعہ بے ساختہ یاد آتا ہے کہ: ع

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

پاکستان کسی مقصد کے لئے وجود میں آیا ہے، اسے اس کے بنیادی مقصد سے بھٹکانے والے کامیاب نہیں ہوں گے۔ اور میر عرب کو یہیں سے ٹھنڈی ہوا آئے گی۔ (بہ شکریہ روزنامہ ایکسپریس)

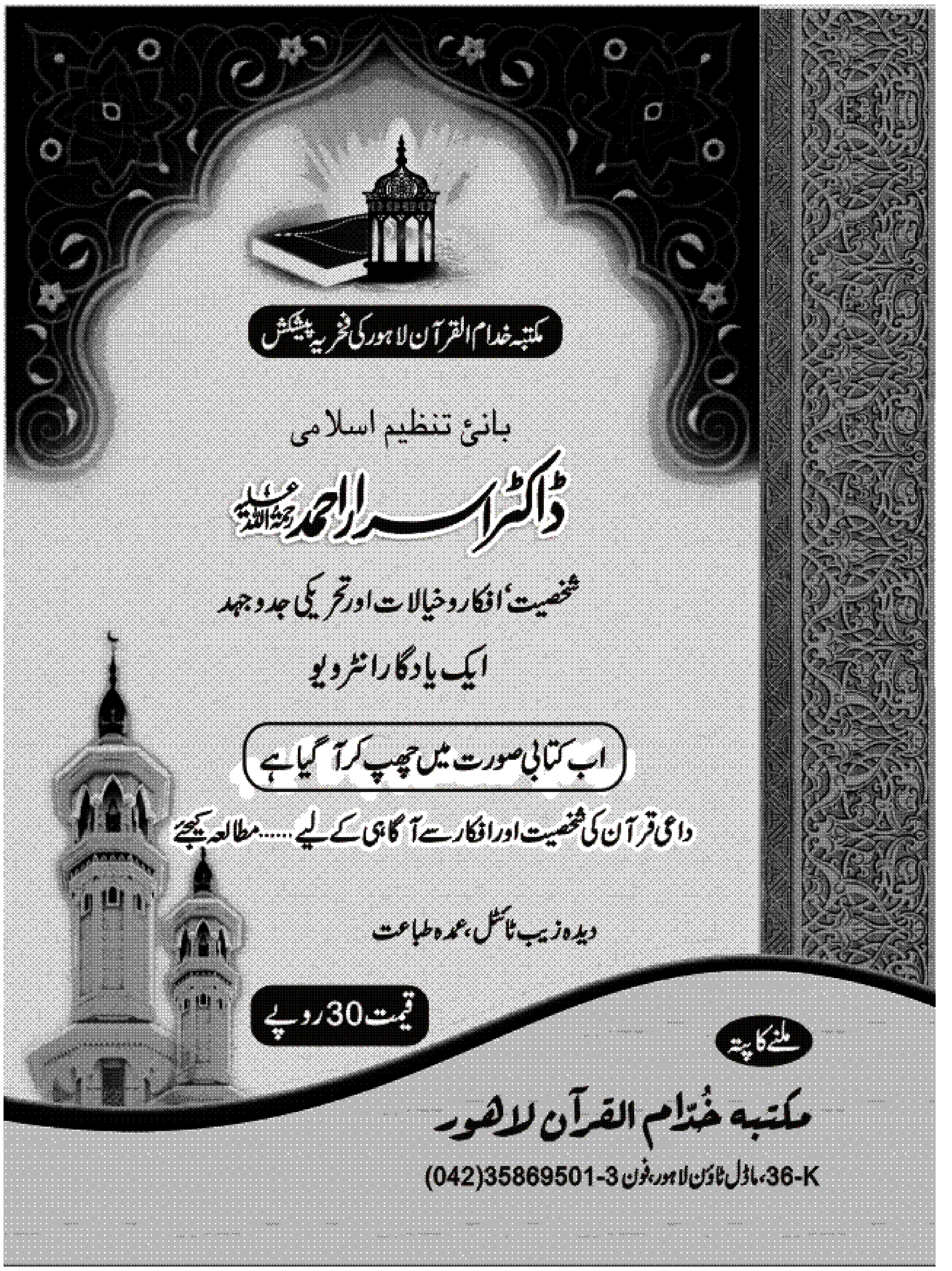

موافقت اور مخالفت

لوگ چار باتوں میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کرتے ہیں اور عمل میں خلاف۔ (1) کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور عمل آزادوں جیسے کرتے ہیں۔ (2) کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے رزق کا کفیل ہے مگر دل اُن کے مطمئن نہیں مگر دنیا کی چیز سے۔ (3) کہتے ہیں کہ آخرت دنیا سے بہتر ہے، لیکن دنیا کے لیے مال جمع کرتے ہیں اور آخرت کے لیے گناہوں کو۔ (4) کہتے ہیں کہ ہم بالضرور مرنے والے ہیں، لیکن عمل ایسے کرتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں۔ (ماخوذ از مخزن اخلاق)

حلقہ پنجاب شرقی: ماہ رمضان میں دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگراموں کی رپورٹ

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کے تحت ماہ رمضان میں دورۂ ترجمہ قرآن کے کل 15 پروگرام ہوئے، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

1۔ مسجد النور این بلاک عارف والا میں روزانہ بعد از نماز عصر خلاصہ مضامین قرآن بیان ہوا۔ جس کا دورانیہ ایک گھنٹہ تھا۔ اس پروگرام میں کل 10 پاروں کا خلاصہ بیان کیا گیا۔ مدرس کی ذمہ داری محمد ناصر بھٹی (امیر حلقہ) نے ادا کی۔ یہاں شرکاء کی اوسط حاضری 15 افراد رہی۔

2۔ عارف والا میں سمارٹ شاپ کے سامنے روزانہ بعد نماز فجر خلاصہ مضامین قرآن کا پروگرام ہوتا رہا۔ جس میں اوسطاً 60 افراد روزانہ شریک رہے۔ مدرس کے فرائض یہاں بھی محمد ناصر بھٹی صاحب نے ادا کیے۔

3۔ مسجد بلال ایچ بلاک مرکز جماعت اسلامی عارفوالا میں آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تراویح کے بعد تراویح میں تلاوت کیے جانے والے پارے کا ترجمہ اور مختصر تشریح کا پروگرام ہوا۔ مدرس کی ذمہ داری ڈاکٹر محمد محسن نے ادا کی۔ بعدازاں اسی جگہ ستائیسویں شب فہم دین پروگرام کا انعقاد بھی کیا گیا۔ یہ پروگرام امیر حلقہ محمد ناصر بھٹی صاحب نے کنڈکٹ کیا۔ پروگرام میں تقریباً 50 افراد شریک ہوئے۔ یہ منفرد پروگرام تھا، جسے بے حد سراہا گیا۔ ستائیسویں کی سحری کا بندوبست ملک لیاقت علی کی طرف سے کیا گیا۔ اللہ پاک ان کا انفاق قبول فرمائے۔

4۔ مسجد جامع القرآن مرکز تنظیم اسلامی بہاولنگر میں پروفیسر محمود اسلم نے صلوٰۃ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کرایا۔ یہ پروگرام 29 رمضان کو مکمل ہوا۔ یہاں مردوں کی اوسط حاضری 20 اور خواتین کی 7 رہی۔

5۔ ہارون آباد میں قاری محمد ندیم نے آسان عربی گرامر و خلاصہ تجوید پر 21 روزہ پروگرام روزانہ مغرب تا عشاء کرایا۔

6۔ ہارون آباد مرکز تنظیم اسلامی میں سجاد سرور صاحب نے صلوٰۃ تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کرایا، جس میں مردوں کی اوسط تعداد 40 اور خواتین کی اوسط تعداد 45 رہی۔

7۔ ہارون آباد مرکز میں ہی آخری عشرہ میں معتکفین حضرات کے لئے اعتکاف کورس کا اہتمام کیا گیا، جس میں مدرس کی ذمہ داری محمد منیر احمد نے ادا کی۔ 18 افراد نے اعتکاف کورس میں شرکت کی۔ بعدازاں 6 افراد نے بیعت فارم پر کر کے تنظیم اسلامی میں شمولیت اختیار کی۔

8۔ قاری محمد ندیم نے مرکز تنظیم اسلامی جامع مسجد الفاطمہ گلشن حشمت کالونی ہارون آباد میں صبح آٹھ تا ساڑھے نو بجے بچوں کے لئے تعلیمی پروگرام کروایا، جس میں تقریباً 40 طلبہ شریک رہے۔

9۔ جامع مسجد قادریہ مسلم کالونی ہارون آباد میں روزانہ بعد از نماز فجر خلاصہ مضامین قرآن کا پروگرام ہوتا رہا۔ مضامین قرآن کا خلاصہ قاری محمد ندیم بیان کرتے رہے۔ اس پروگرام میں اوسطاً 60 افراد شرکت کرتے رہے۔

10۔ چشتیاں میں روزانہ بعد فجر محمد امین نوشاہی مسلم ٹاؤن مسجد گلزار حبیب میں قرآن حکیم کی آخری منزل پر بیان کرتے رہے۔ یہاں مردوں کی اوسط تعداد 50 اور خواتین کی 35 تھی۔ پروگرام کا دورانیہ تقریباً آدھا گھنٹہ روزانہ تھا۔

11۔ جامع مسجد جامع القرآن مروٹ میں روزانہ تراویح کی نماز کے بعد بانی محترم رحمۃ اللہ علیہ کے دورۂ ترجمہ قرآن کی ویڈیو ریکارڈنگ چلائی گئی۔ پروگرام میں اوسطاً 30 افراد شریک ہوتے رہے۔

12۔ عبداللہ سلیم صاحب کے بھائی عبداللہ نعیم کے گھر پر نماز تراویح کے بعد خلاصہ مضامین قرآن کا پروگرام ہوتا رہا۔ جس میں اُن کے قریبی رشتہ دار اور اہل خانہ شرکت کرتے رہے۔

13۔ مسجد جامع القرآن رحمان گارڈن ٹاؤن فورٹ عباس میں حافظ فرخ ضیاء خلاصہ مضامین قرآن بیان کرتے رہے۔ اس پروگرام میں اوسطاً 50 افراد شریک ہوتے رہے۔

14۔ مسجد احمد مصطفیٰ اہلحدیث محلّہ رضا آباد چتوکی میں جناب ثناء اللہ خلاصۂ مضامین قرآن بیان کرتے رہے۔

15۔ مسجد نمرہ آصف کالونی چتوکی میں روزانہ بعد نماز فجر قاری اسرار الحق فاروقی خلاصۂ مضامین قرآن بیان کرتے رہے۔ اس پروگرام میں شرکاء کی اوسط تعداد 60 رہی۔

علاوہ ازیں ماہ رمضان کے دوران مرکز کی جانب سے آمدہ پمفلٹ بہ عنوان ''کیا فوجی آپریشن مسئلہ کا حل ہے؟'' تقریباً 15000 کی تعداد میں حلقہ کے مختلف علاقوں میں تقسیم کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ اس راستے میں رفقاء کی سعی و جہد کو قبول فرمائے اور خدمت دین کے لئے مزید ہمت و حوصلہ عطا فرمائے۔ (آمین) (مرتب: رفیق تنظیم)

منفرد اسرہ ڈسکہ کے زیر اہتمام دورۂ ترجمہ قرآن و فہم دین پروگرام

منفرد اسرہ ڈسکہ کے رفقاء اور احباب سے مشاورت کے بعد طے کیا گیا کہ رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کا اہتمام کیا جائے، جس کے لئے NIMS کالج کا انتخاب کیا گیا۔ یہ ایک پرائیویٹ ادارہ ہے اور شہر کے بارونق علاقے میں مین روڈ پر واقع ہے۔ پروگرام کے لئے شام چار بجے سے ساڑھے چھ بجے کا وقت طے کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں اپنے ارادے کو عملی شکل دینے کی توفیق عطا فرمائی۔ وقت مقررہ پر دورۂ ترجمہ قرآن کا آغاز کر دیا گیا۔ مقرر کے فرائض نقیب اسرہ ڈاکٹر احمد عاشر محسن نے ادا کیے۔ دعوت کے ضمن میں انفرادی دعوت کا طریقہ کار اپنایا گیا۔ عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ عمومی دعوت کے مقابلہ میں یہ طریقہ زیادہ موثر ثابت ہوتا ہے۔ تیسرے، چوتھے روز یہ تجویز سامنے آئی کہ صرف ترجمہ قرآن کی بجائے قدرے تفصیل کے ساتھ قرآن پڑھا جائے، چاہے روزانہ پانچ، چھ رکوع ہی کیوں نہ پڑھے جاسکیں۔ تجویز پسند کی گئی اور سورۃ الفاتحہ، سورۃ البقرہ، سورۃ آل عمران اور سورۃ النساء کا کسی حد تک تفصیلی مطالعہ بڑی عمدگی سے مدرس (نقیب اسرہ) نے کروایا۔ رمضان المبارک کے آخری ایام میں تیسویں پارے کا مطالعہ کروایا گیا۔ کالج انتظامیہ بالخصوص محترم شاہد صاحب نے بہت تعاون کیا۔ وہ NIMS کالج میں درس و تدریس میں نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ انہوں نے اس پروگرام کے انعقاد کے لئے ملٹی میڈیا کا اہتمام کیا اور بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا شہرہ آفاق ''بیان القرآن'' (تیسواں پارہ) شرکاء کو دکھایا اور سنوایا گیا، جسے ساتھیوں اور احباب نے بہت پسند کیا۔ آخری دن 29 رمضان المبارک کو فہم دین پروگرام کا انعقاد کیا گیا جس کے مقرر محترم شاہد رضا امیر حلقہ گوجرانوالہ تھے، جنہوں نے بڑے دلنشیں انداز میں ''دین اور مذہب کا فرق'' اور ''فرائض دینی کا جامع تصور'' حاضرین کے سامنے واضح کیا۔ انہوں نے اس بات کی بھی وضاحت کی کہ ایک مسلمان کے جماعتی زندگی اختیار کرنا کیوں ضروری ہے۔ اس موقع پر افطاری کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ نماز مغرب کی ادائی کے بعد احباب میں بیعت فارم تقسیم کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ آمین (رپورٹ: پروفیسر شاہد اختر)

The struggle of Imran Khan and the way the Prophets (AS)

By Imran Chapara

In the current times, despite the plethora of differences among its people, at least one notion is accepted by all: their homeland, Pakistan, is in its worst economic and political turmoil. The affluent intellectuals whimsically debate on the causes and the remedies. The learned middleclass and the traditional businessmen, well aware of their rulers' character, have tacitly reconciled with the corrupt system and have humbled their demands to mere economic stability. The poor, already overwhelmed by the living cost, can no longer be satisfied with mere promises of the trickle-down effects of the 'mega-projects' while they see that the rulers are already enjoying luxury.

In such an hour, the charismatic leader, Imran Khan, is seen as a beacon of hope. The legendary cricketer and the founder of the charity Cancer hospital (Shaukat Khanum Memorial Hospital), with decades of his tiring political struggle for his nation, has become the mouthpiece of the poor and the young against the fraudulent rulers. However, the religious-minded are hesitant to support his political cause. Even though his call to rise for justice is familiar to their conscience, and while his passion and sincerity allures them, yet there are some issues that hinder them to join hands with him. What follows is an unbiased analysis of these issues.

The primary among these is the naïve belief that a Muslim need not involve in politics as his salvation is in merely following the dogmatic religious rituals as stated in the Quran and the Sunnah. However, religion and politics were never separate from each other. The 25th verse of Surah Al-Hadeed clearly states that the purpose of every prophet was the establishment of justice among men, while in the 15th verse of Surah Ash-Shoora, Prophet Mohammad (SAW) declares "…I am commanded that I should do justice among you…" The Quran also invokes the believers to stand for justice irrespective of the cost they have to pay for it: "…O you who believe! Stand out firmly for justice, as witnesses to Allah… " (Surah An-Nisa: 135), and this stand will obviously be against the status quo, which, in this age has been the cause of almost all injustice. The Messenger of Allah (SAW) is reported to have said that whoever among you sees evil, he should stop it by his hand (by force). If he lacks strength, he should stop it by his tongue (verbally), and if he is unable to do even that, then he should at least feel ill about it in his heart (rather than reconciling with it) and that is the lowest level of faith. In another narration, proclamation of truth in front of an oppressive ruler is mentioned among the greatest of Jihads by the Prophet (SAW).

Another concern is that Imran Khan is not a religious man, so following him cannot be considered as piety. Even though this claim heavily rests upon our own image of religiosity, there is some weight in this

criticism. While, Islam rejects human judgment regarding the level of faith in another's heart, as Quran states, "…Everyone acts according to his own disposition: but your Lord Allah knows best who it is that is best guided on the Way." (Surah Al-Isra: 84), Islam also ascribes the love of Allah (SWT) as the fundamental criterion for merit and leadership: "…follow the way of the one who has turned himself towards Me…" (Surah Al-Luqman: 15) and "…do not obey the one whose heart We have made heedless of Our remembrance, and who has followed his desire and whose behavior has exceeded the limits." (Surah Al-Kahaf: 28). Thus, judging piety is essential to choosing a leader, and his attire and practice do aid in that judgment. For our judgment regarding Imran Khan, it might help to remember that Allama Muhammad Iqbal and Quaid-e-Azam Muhammad Ali Jinnah were also revered and followed by sound religious scholars and Muslim masses in the struggle for the creation of the Islamic Republic of Pakistan, despite their outwardly worldly and non-religious appearance.

The strongest argument against Mr. Khan, however, emerges from the departure of his policies from the central teachings of Islam and the priority afforded to them by him and his political party (Pakistan Tahreek-e-Insaaf PTI). The Prophets (AS) always began with a call to the worship of Allah (SWT) and warning about the Hereafter. Even if the establishment of justice in this world is synonymous to worship of only one God, call towards Allah (SWT) needs to be explicit; otherwise polytheism will crawl in. For example, Imran Khan purports democracy as our sole remedy, whereas absolute sovereignty rests only with Allah (SWT) and not with majority: "…If you obey the majority of those on earth, they will make you lose the way of Allah..." (Surah Al-Anaam: 116). Thus, it should be explicitly mentioned in his political party's manifesto that authority of the majority will be sought within boundaries of Islam. Lack of mention of the Hereafter further signifies this difference.

Quran describes the modus agendi and modus operandi of a potential Muslim ruler: "…if We establish them in the land, establish regular prayer and give regular charity, enjoin the right and forbid wrong…" (Al-Hajj: 41). The manifesto of PTI, on the other hand, makes little or no mention of, for example, the regulation of prayers, the eradication of riba (interest) from the economy or the elimination of immodesty and promiscuity from the society.

One major sign of departure from Islam is the fact that, like any democratic leader, the politics of Mr. Khan and his struggle is limited to the amendment or the removal of the rulers alone, while the evils that have pervaded in the masses due to the prevalent systems are altogether ignored. The masses are never criticized because democratic leaders can't afford to displease the voters. In contrast, the struggle of all Prophets (AS) was always as rigorous against the flawed beliefs and traditions of the people as they were against the corruption of the elite. If Imran Khan's struggle is such that he cannot criticize the youth for their indulgence in drugs, dance, music, vulgarity and even heresy, then, surely, his struggle cannot be considered to be synonymous to the struggle of the Prophets (AS). Any similarity of his struggle with that of the Prophets (AS) is merely a glimmer of light in the sea of darkness and nothing more.